مُسکِنُ الفُؤاد

عند فقد الاحبة والاولاد

تعزیت و تسلیت

از آیات و روایات و حکایات

الشہید الثانی شیخ زین الدین العاملی

مرتب و ناشر

سیّد منظر حسین کاظمی

مُسکِنُ الفُؤَاد
عِنْدَ فَقْدِ الْاَحِبَّۃِ وَ الْاَوْلَادِ

تعزیت وتسلیت
ازآیات وروایات اور حکایات

الشہید الثانی
شیخ زین الدین العاملی

مترجم:
سید منظر حسین کاظمی

اللھم صل علی محمد وآل محمد وعجل فرجھم واھلك
عدوھم ما شاء اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔
حسبی اللہ ونعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم الوکیل
یا مولای یا صاحب العصر والزمان علیہ السلام ادرکنی

نام کتاب: مُسَكِّنُ الْفُؤَادِ عِنْدَ فَقْدِ الْأَحِبَّةِ وَ الْأَوْلَادِ
الشہید الثانی شیخ زین الدین العاملی
مترجم: سید منظر حسین کاظمی
ناشر: دار العلوم محمدیہ، سرگودھا
مطبع: مکتبۃ الرضاء، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور
ایڈیشن اوّل: مارچ 2021ء

ملنے کا پتہ:
مکتبہ محمدیہ
دار العلوم محمدیہ ٹرسٹ پاکستان (رجسٹرڈ) سرگودھا
0347-9231692

مکتبۃ الرضاء
8-بیسمنٹ، میاں مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور
0323-4151214
042-37245166

پیش لفظ

عام طور پر تعزیت کے لیے چند مروجہ جملے کہے جاتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے کہ بہت افسوس ہوا یا کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ان جملوں کے حقیقی معنی اور مفہوم پر غور نہیں کیا جاتا اور نہ ہی ان جیسے جملوں سے لواحقینِ میت کو خاطر خواہ تسلی اور حوصلہ ملتا ہے اور نہ تعزیت کرنے کا صحیح معنوں میں حق ادا ہوتا ہے۔ اس لیے ضرورت تھی کہ قرآن و احادیث اور حکایات و واقعات سے ایسا مواد اکٹھا کیا جائے جس کے مطالعہ سے مرنے والوں کے پسماندگان کو دلی تسکین ملے، ان میں صبر کرنے کا جذبہ بڑھے، ان کے حوصلے مضبوط ہوں، خدا پر ایمان پختہ ہو، اس کی تقدیر اور حکمت پر راضی رہنے کی ترغیب ہو۔ اور اسی طرح تعزیت کرنے والوں کو بھی کہنے کے لیے کچھ ایسے کلمات میسر ہوں جو صحیح معنوں میں تعزیت کرنے کا حق ادا کر سکیں اور قل خوانی اور چہلم وغیرہ کے موقع پر خطباء و ذاکرین بھی اپنے خطاب کے لیے اس مواد سے استفادہ کر سکیں۔ اس ضرورت کے تحت شہیدِ ثانی زین الدین عاملی کی نایاب کتاب مسکن الفؤاد کا اردو زبان میں خلاصہ کیا گیا ہے جو کہ خاص اسی مقصد کے تحت لکھی گئی ہے۔ اور اپنے موضوع کے لحاظ سے منفرد کتاب ہے۔ امید ہے کہ اس سے مومنین کو فائدہ پہنچے گا۔

دُعاء ہے کہ خداوندِ عالم محمدؐ و آل محمدؐ کے صدقے میں اس چھوٹی سی کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے اور اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

اس کارِ خیر کا ثواب جملہ سادات و مومنین جو اس دنیا سے چلے گئے ہیں ان کی نذر کرتا ہو بالخصوص موضع دلیل پور کے جملہ مرحومین اور اپنے مرحوم بھائی سید مظفر کاظمی کی روح کو ایصال کرتا ہے۔

جملہ مرحومین کی مغفرت اور بلندیِ درجات کے لیے مومنین سے دعاء کی درخواست ہے۔

منظر کاظمی

مقدمہ

اللہ تعالیٰ نے انسان پر احسان اور کرم کرتے ہوئے اسے کئی نعمتوں سے نوازا ،اسے عدم سے وجود بخشا، زمین کو اس کے لئے مسخر کیا، پانی، مٹی، ہوا، نباتات، معدنیات اور دیگر خزانے اس کے قبضے میں دیے۔

اس کے بعد انبیاء و رسل بھیجے، کتابیں نازل کیں، انسان کی ہدایت کا سامان مہیا کیا، ان عظیم نعمتوں کو عطا کرنے اور ہدایت دینے کے بعد اللہ تعالیٰ انسان کا امتحان لیتا ہے۔ یہ امتحان کبھی عطا کی ہوئی نعمتوں میں کمی سے ہوتا ہے کبھی جان و مال وغیرہ میں یہ امتحان ہوتا ہے، امتحان کے وقت ہی پہچانا جاتا ہے کہ کون صبر کرنے والا ہے اور کون صبر و شکر ادا نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کے لیے اجرِ عظیم کا وعدہ کیا ہے، اور اس نے بشارت دی ہے کہ وہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

انما یبتلی المومن فی الدنیا علی قدر دینه

مومن اس دنیا میں اپنے دین کے حساب سے امتحان میں مبتلاء ہوتا ہے

(یعنی جتنا دیندار ہوگا اتنا امتحان سخت ہوگا)

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں

ان عظیم الاجر مع عظیم البلاء

بے شک اجرِ عظیم امتحانِ عظیم کے ساتھ ہوتا ہے

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے صبر کو اپنی اطاعت کا سر (اعلیٰ ترین حصہ) قرار دیا ہے، اور اسے نصف ایمان کے برابر ٹھہرایا ہے، اور فرمایا ہے کہ جس کے پاس صبر نہیں اس کے پاس ایمان نہیں۔ اور فرمایا کہ جس نے صبر کیا اس کے لیے ہزار شہیدوں کا اجر ہے۔

مولا علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

اگر تم نے صبر کیا تو (جو) تقدیر میں ہے وہ تمہارے ساتھ ہوگا (لیکن) تمہیں اس پر اجر

ملے گا اور اگر تم نے بے صبری کی تو (جو) تقدیر میں ہے وہ (تو) تمہارے ساتھ ہوگا (ہی لیکن ساتھ ساتھ) تم گناہگار (بھی) ہوگے۔

مصائب و پریشانیاں مختلف قسم کی ہوتی ہیں، بیمار ہوجانا، مال کا ضائع ہوجانا، وغیرہ وغیرہ

بڑے مصائب میں سے ایک مصیبت اولاد اور قریبی رشتہ داروں کا جدا ہونا ہے، اس بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں

جناب داوٗد علیہ السلام کا جب بیٹا مر گیا تو اللہ تعالٰی نے ان سے فرمایا:

تمہارے نزدیک تمہارے اس بیٹے کا کیا وزن ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اگر ساری زمین کے برابر سونا ہو تو میرے نزدیک میرا بیٹا اس کے برابر ہے۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو پھر روزِ قیامت تمہارے لیے ثواب (بھی) اتنا ہے کہ جس سے زمین بھر جائے

بہت سی احادیث مرنے والے کے لواحقین سے تعزیت کرنے کے بارے میں وارد ہوئی ہیں آپ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ فرماتے ہیں:

جس نے صاحبِ مصیبت کو تسلی دی (تعزیت کی) اس کے لیے اُسکے برابر اجر ہے۔

لیکن یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ مرنے والے پر رونے سے اجر و ثواب کم نہیں ہوتا کیونکہ سب سے پہلے جناب آدمؑ نے اپنے بیٹے ہابیلؑ پر گریہ کیا، اور ان کے مرثیہ کے اشعار مشہور ہیں، اور ہمارے مولا و آقا امام زین العابدینؑ نے چالیس سال اپنے باباؑ کے غم میں گریہ کیا، اسی لیے رسولؐ نے فرمایا تھا کہ:

تدمع العين ويحزن القلب ولا نقول ما يسخط الرب

آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمگین ہوتا ہے (لیکن) ہم وہ بات نہیں کہتے جو رب کو ناراض کرے

جن ہستیوں نے مصائب میں صبر کیا ان میں سے ایک ابوذر غفاری ہیں جن کے بیٹے زندہ نہیں رہتے تھے آپ فرماتے تھے کہ:

الحمد للہ الذی یاخذھم من دار الفناء و یدخرھم فی دار البقاء

حمد ہے اللہ کی جو انہیں فانی جہاں سے لیتا ہے اور جہانِ باقی میں ذخیرہ کر لیتا ہے۔

اسی طرح جن لوگوں نے اپنی اولاد کی موت پر صبر کیا ان میں سے ایک شہیدِ ثانی (شیخ زین الدین عاملی) ہیں کہ ان کے بیٹے کمسنی میں ہی وفات پا جاتے تھے، جتنے بھی مؤرخین نے ان کے حالات لکھے ہیں انہوں نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ آپ کے کئی بیٹے کمسنی میں ہی دارِ فانی سے رحلت کر گئے۔ ان کے صرف ایک فرزند شیخ حسن باقی رہے، ان کے بارے میں بھی شہید ثانی کو گمان رہتا تھا کہ یہ بھی زندہ نہیں رہیں گے۔ جس وقت آپ کو شہید کی گیا تو آپ کے بیٹے شیخ حسن کی عمر چار یا سات سال تھی لیکن خدا کی مشیت سے آپ کے یہ فرزند آپ کی شہادت کے بعد زندہ رہے۔

پے در پے بیٹوں کی وفات کی وجہ سے شہید ثانی نے یہ کتاب مسکن الفواد لکھی، جس میں احادیث نبویہ اور اہل فضل وکمال کے احوال اور تنبیہات جمع کیں جن سے مصیبت کی حالت میں دل کو سکون ملتا ہے، غم دور ہو جاتا ہے اور دل کو تسلی ملتی ہے اور اس کتاب کا نام مسکن الفواد عند فقد الاحبۃ والاولاد رکھا یعنی دل کو سکون دینے والی کتاب جب احباب اور اولاد جدا ہو جائیں۔

یہ کتاب مختصر ہونے کے باوجود اپنے مخصوص موضوع کی وجہ سے دیگر کتب سے ممتاز ہے اور کئی علماء نے اس باب میں اس کتاب کی طرف رجوع کیا اور اس سے احادیث نقل کیں جیسے بحار میں علامہ مجلسی نے، الجواہر میں شیخ حر عاملی نے، متدرک میں شیخ نوری نے۔۔۔

عقل اور عدلِ الٰہی

اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں بندے کے لیے مصلحت اور فائدہ ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل جیسی نعمت عطا کی ہے، اس کے ذریعے انسان خدا کو پہچانتا ہے، انبیاء ورسل کی تصدیق کرتا ہے، شریعت پر عمل پیرا ہوتا ہے، عقل اسے نیک کام کرنے پر ابھارتی ہے اور برے اعمال سے روکتی ہے، عقل ظلمت میں نور کی مانند ہے،
اس لیے جسے اللہ تعالیٰ نے عقل عطا کی ہے اسے چاہیے کہ وہ اس کی مخالفت نہ کرے اور نفسِ امارہ اور ھوا وہوس کا پیروکار نہ بنے بلکہ عقل کو حاکم قرار دے اور اس کی ہدایات پر عمل کرے، جب وہ ایسا کرے گا تو اس پر واضح ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ قضاء وقدر پر سر تسلیم خم کرنا چاہیے خصوصاً جب اس کا کوئی قریبی دنیا سے چلا جائے تو اسے صبر کرنا چاہیے، اس کی کئی وجوہات ہیں جن میں سے بعض کو ہم ذکر کرتے ہیں:

جب آپ اللہ تعالیٰ کے عدل اور اس کی حکمت پر غور کرتے ہیں اور اس کے فضل و رحمت پر نظر کرتے ہیں اور مخلوق پر اس کی عنایات وکرامات دیکھتے ہیں کہ اس نے عدم سے انہیں وجود بخشا، ان پر اپنی نعمتوں کی برسات کی، بے پناہ لطف وکرم سے نوازا تاکہ وہ ابدی سعادت اور کرامت کو پا سکیں حالانکہ وہ مخلوق کا محتاج نہیں ہے وہ غنی مطلق ہے۔
اس نے انبیاء ورسل کو بھیجا، کتب نازل کیں، انسان کی ہدایت کا سامان کیا، اس کے لیے مختلف قسم کے آسان اور سخت اعمال کو ضروری قرار دیا، یہ سب انسان کی مصلحت اور فائدہ کے لیے کیا اور انہی میں اس کے لیے ابدی سعادت ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے ہر فعل میں مصلحت ہے اور اس میں انسان کا ہی فائدہ ہے تو پھر انہی میں سے ایک موت بھی ہے جسے اس نے مختلف آیات میں ہر انسان کے لیے حتمی قرار دیا ہے۔

اگر موت میں اس کمزور اور غافل انسان کے لیے کوئی مصلحت اور فائدہ نہ ہوتا تو ہر گز اللہ تعالیٰ یہ کام نہ کرتا کیونکہ وہ ارحم الراحمین اور اجود الاجودین ہے اس لیے ماننا

پڑے گا کہ موت میں بھی انسان کی مصلحت میں ہے اور اس میں اسی کا فائدہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا (آل عمران:۱۴۵)

کسی شخص کو اختیار نہیں کہ وہ بغیر خدا کے حکم کے جو مقرر شدہ میعاد لکھی ہوئی ہو خود بخود مر جائے۔

قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ (آل عمران: ۱۵۴)

کہہ دو کہ اگر تم لوگ اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو بھی جن کے لئے قتل ہونا لکھا جا چکا تھا وہ اپنے قتل ہونے کی جگہ کی طرف ضرور نکل آتے۔

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ (النساء:۷۸)

تم جہاں کہیں بھی ہوگے موت تم کو پا کر رہے گی اگر چہ تم مضبوط پختہ برجوں ہی میں ہو۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا (الزمر ۴۲)

اللہ نفسوں کو ان کی موت کے وقت پورا پورا لے لیتا ہے۔

اگر انسان اس کے برعکس خیال کرے اور سوچے کہ اللہ تعالیٰ کے اس کام میں اس کے لئے کوئی مصلحت اور فائدہ نہیں ہے تو یہ شرک خفی ہوگا اور یہ خیال اللہ تعالیٰ کی حکمت سے غفلت اور لاعلمی کی پیداوار ہے۔

اسی طرح جب آپ انبیاء ورسل کے احوال پر غور کریں اور ان کی ہر بات کو تسلیم کریں اور یہ اعتقاد رکھیں کہ وہ معصوم عن الخطاء ہیں، اور جو کچھ کہتے ہیں وہ خدا کی طرف سے کہتے ہیں، تو ان کے ایسے اقوال پر بھی سر تسلیم خم کرنا ضروری ہوگا جن میں انہوں نے مختلف قسم کے مصائب اور تکلیفوں پر ثواب کا وعدہ کیا ہے۔ جب آپ ان کے ایسے اقوال کو سنیں گے تو مصیبت آپ کے لیے آسان ہو جائے گی اور آپ جان لیں گے کہ اس میں آپ کے لیے ہی عظیم مصلحت اور فائدہ ہے اور ابدی سعادت ہے اور اس مصیبت وتکلیف کی بدولت آپ نے اپنے لیے ایک خزانہ ذخیرہ کر لیا ہے، بلکہ عذاب عظیم سے نجات کے لیے ڈھال مل گئی

ہے اور آپ کا فوت ہو جانے والا بیٹا بھی اس ابدی سعادت میں آپ کے ساتھ شریک ہے اس لیے اس کی موت پر پریشانی اور بے صبری کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔

اس کی مثال اس طرح ہے کہ اگر کوئی عظیم مصیبت آ پڑے جیسے کسی درندے نے حملہ کر دیا ہو یا آگ لگ جائے اور آپ کا محبوب ترین بیٹا بھی آپ کے ساتھ ہو، اور آپ کے ساتھ ایک ایسا نبی بھی ہو جس کی بات پر آپ کو مکمل یقین ہو اور اس کے بارے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ ہو۔ وہ آپ سے کہے کہ اگر تم اپنے بیٹے کو قربان کر دو تو تم بھی اور تمہارا بیٹا بھی دونوں سلامتی پا لو گے لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم ہلاک ہو جاؤ گے۔

کیا کوئی ایسا عقلمند شخص بھی ہو گا جو ایسے موقع پر اپنے بیٹے کو قربان نہ کرے؟ جسے قربان کرنے میں دونوں باپ بیٹے کی سلامتی ہے اور قربان کرنے میں ہی دونوں کے لیے مصلحت وفائدہ ہے اور قربان نہ کرنے کی صورت میں ان کے لیے ہلاکت وعذاب ہے۔

یہ تو اس دنیا کی آگ کی مثال ہے لیکن اگر انسان کو نبیؐ کے فرمان پر مکمل یقین ہو کہ اگر وہ اپنے بیٹے کی موت پر صبر ورضا اور تسلیم کا اظہار کرے گا تو اس میں ان دونوں کے لیے سلامتی ہے اور جہنم کی آگ سے نجات ہے تو کیا کوئی عاقل ایسے موقع پر بے صبری کا مظاہرہ کرے گا؟

صحابی رسولؐ عثمان بن مظعونؓ کا بیٹا مر گیا تھا جس کی وجہ سے آپ شدید غم والم میں مبتلاء تھے رسول اللہؐ نے آپ سے فرمایا:

بے شک جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور جہنم کے سات، کیا تمہیں یہ بات خوش نہیں کرتی کہ تم ان میں سے جس دروازے پر جاؤ گے وہاں اپنے بیٹے کو اپنے ساتھ پاؤ گے وہ تمہارے دامن کو پکڑ کر تمہارے رب سے تمہارے لیے شفاعت طلب کرے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی شفاعت کو قبول کر لے گا۔

آپ اپنے بیٹے کے لیے زندگی اس لیے پسند کرتے ہیں تا کہ وہ دنیا میں آپ کو فائدہ پہنچائے یا اس لیے پسند کرتے ہیں کہ آخرت میں وہ آپ کے لیے نفع بخش ہو، انسان کی فطرت میں یہ بات شامل ہے وہ ان دونوں باتوں کی وجہ سے اولاد کی بقاء کو پسند

کرتا ہے لیکن اس بات کی کوئی ضمانت نہیں ہے کہ اس کا زندہ رہنا آپ کے لیے فائدہ مند ہے، نہ ہی اس بات کا ہمیں یقین ہے بلکہ اگر اپنے زمانے پر ہم نظر کریں تو اس کا برعکس یقینی نظر آتا ہے کیونکہ زمانے میں شقاوت وغفلت کثرت سے پائی جاتی ہے، نیک لوگ کم ہیں اور برے لوگوں کی کثرت ہے، اس لیے اگر ہم فرض کریں کہ وہ زندہ رہتا ہے تو کیا ہمیں دنیا میں یا آخرت میں فائدہ پہنچائے گا؟ اس بات کا ہمیں علم نہیں، ہوسکتا ہے ہمیں فائدہ پہنچے اور ہوسکتا ہے ہمیں اس سے نقصان پہنچے جبکہ اس کی موت سے ہمیں یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ (اگر ہم صبر وتسلیم) کا مظاہرہ کریں تو اس میں ہمارے لیے اور اس کے لیے یقینی نفع ومصلحت ہے، اس لیے شک کو یقین پر فوقیت نہیں دینی چاہیے۔

جیسا کہ شیخ صدوق نے روایت کونقل کیا ہے کہ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

ایک بیٹا جسے کوئی شخص (اپنی زندگی) میں پیش کرے (یعنی اس شخص کی زندگی میں ہی اس کے بیٹے کی وفات ہو جائے) وہ بیٹا ایسے ستر بیٹوں سے افضل ہے جو اس کے بعد باقی رہیں اور قائمؑ کو پائیں۔

اس کی ایک اور مثال اس طرح ہے کہ فرض کریں کہ ایک غریب اور فقیر شخص اپنے بیٹے کے ساتھ پھٹے پرانے لباس میں ایک ویرانے میں رہتا ہے جہاں ہر طرح کی مشکلات کا انہیں سامنا ہے، وہاں سانپ، بچھو اور درندے بھی ہیں جن سے اسے ہر وقت خطرہ رہتا ہے، ایک حکیم ودانا صاحب ثروت شخص کو اس کی حالت کا علم ہوتا ہے، اسے ان پر رحم آتا ہے وہ اس شخص کے پاس اپنے ایک خادم کو بھیجتا ہے، خادم اس فقیر شخص سے آکر کہتا ہے کہ میرے آقا نے کہا ہے کہ مجھے تمہاری غربت اور مشکلات پر ترس آتا ہے اور تمہاری مصیبتوں کو دیکھ کر رحم آتا ہے میں ایک محل تمہیں عطا کرتا ہوں اس میں تمہارا بیٹا قیام کرے گا، میرے غلام اور کنیزیں اس کی خدمت کریں گی، یہانتک کہ تمہارا کام اور مقصد مکمل ہو جائے تو تم بھی اسی محل میں آجانا بلکہ تمہیں اس سے بھی اعلیٰ محل عطا کروں گا۔

اگر وہ فقیر شخص اس کے جواب میں کہے کہ مجھے تم پر بھروسہ بھی ہے، تمہارے محل اور انعامات کی خواہش بھی ہے اور میں اپنے بیٹے کی سلامتی کا بھی خواہشمند ہوں اس

ویرانے میں ہر وقت خطرہ رہتا ہے لیکن پھر بھی میں اپنی طبع اور عادت کی وجہ سے اسے تمہارے پاس بھیجنے پر رضامند نہیں ہوں۔

جو شخص بھی اس کا یہ جواب سنے گا اسے دنیا کے بے وقوف ترین لوگوں میں شمار کرے گا۔

دنیا کی آفات و بلیات اور امتحانات کے سامنے ان درندوں سانپوں بچھوؤں کی کوئی حیثیت نہیں اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی کہیں بڑھ کر ہے، ایسے میں اگر اللہ تعالیٰ رحم کرتے ہوئے تمہارے بیٹے کو اپنے پاس بلالے اور اسے خوبصورت باغات اور محلات میں جگہ دے اور اسکی وجہ سے تم سے بھی اعلیٰ و ارفع باغات و محلات کا وعدہ کرے تو ایسے میں بیٹے کے چلے جانے پر صبر و شکر کرنا چاہیے کہ اسے آفات و بلیات سے نجات ملی اور اس کی موت پر صبر و تسلیم کی وجہ سے تمہیں بھی جنت میں بہترین مقام و منزلت حاصل ہو جائے گی۔

اسی طرح اس مصیبت میں بے صبری اور پریشانی اور عدم رضا کا اظہار کرنا مقامِ رضا و تسلیم کے خلاف ہے اور انسان کی منزلت گر جاتی ہے اور ثوابِ عظیم سے محروم رہ جاتا ہے ،اللہ تعالیٰ نے اسکی قضاء و تقدیر پر سر تسلیم خم نہ کرنے والوں کی مذمت کی ہے اور فرمایا ہے کہ:

جو میری قضاء پر راضی نہیں اور میرے امتحان پر صبر نہیں کرتا اسے میرے علاوہ کسی اور رب کی عبادت کرنی چاہیے۔

اسی طرح جب جناب موسیٰ ؑ نے سوال کیا کہ اے اللہ! اپنی رضا کی طرف میری رہنمائی فرما، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

میری قضاء (تقدیر) پر تیرے راضی ہونے میں (ہی) میری رضا ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں ہے کہ

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (المائدہ:۱۱۹)

اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

اور اللہ تعالیٰ نے جناب داؤدؑ کی طرف وحی کی کہ:

اے داؤد! تو بھی ارادہ کرتا ہے اور میں بھی ارادہ کرتا ہوں اور ہوتا وہی ہے جو میں ارادہ

کرتا ہوں، اگر تو تسلیم کر لے اُسے جس کا میں ارادہ کرتا ہوں تو جس کا تو ارادہ کرتا ہے میں اسے پورا کر دوں گا اور اگر جس کا میں ارادہ کرتا ہوں اسے تو تسلیم نہ کرے تو جس کا تو ارادہ کرے گا میں اس میں تمہیں مشقت میں ڈالوں گا اور پھر ہوگا وہی جس کا میں ارادہ کروں گا۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ (الحدید: ۲۳)

تاکہ تم اس پر افسوس نہ کرو جو تم سے جاتا رہا اور نہ اس پر شیخی بگھارو جو اس نے تمہیں عطا کیا

اللہ کی تقدیر اور قضاء پر راضی رہنا اللہ سے محبت کا نتیجہ ہے کیونکہ جو کسی سے محبت کرتا ہے اس کے فعل سے راضی رہتا ہے، بندہ کا رضا و تسلیم کا اظہار کرنا دلیل ہے کہ اللہ بھی اس سے راضی ہے اور یہ عظیم مرتبہ و مقام ہے کہ بندہ اللہ سے راضی ہو اور اللہ بھی اس سے راضی ہو۔

اسی طرح صاحبِ مصیبت شخص کو دیکھنا چاہیے کہ یہ دنیا مشکلات و آفات کا گھر ہے، اسے بلاؤں اور مصیبتوں کے لیے بنایا گیا ہے، خصوصاً اسے اپنے اکابر انبیاء و اولیاء اور اوصیاء کے حالات پر غور کرنا چاہیے، ان پر ایسے ایسے مصائب آئے ہیں کہ جسے پہاڑ بھی نہیں برداشت کر سکتے، نبی اکرمؐ فرماتے ہیں:

دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے۔

انسان کو اس مشکلات سے بھری دنیا میں ایک خاص غرض اور مقصد کے لیے خلق کیا گیا ہے کیونکہ اللہ کا کوئی فعل عبث اور فضول نہیں ہوتا اس نے فرمایا ہے کہ میں نے جن و انس کو اپنی عبادت کے لیے خلق کیا اور دنیا کو آخرت کی کھیتی قرار دیا، دنیا کو اعمال صالح بجا لانے کا مقام اور جگہ قرار دیا، اور کچھ وقت کی مہلت دی، ابدی سعادت کے حصول کے لیے بہت تھوڑا سا وقت ہے۔ اس لیے جس مقصد کے لیے خلق کیے گئے ہو اس زندگی کو اسی مقصد کے حصول کے لیے صرف کرنا چاہیے، اور اپنے مقصد سے ہٹ کر کوئی کام کرنا زندگی کا ضیاع ہے، جو بچھڑ گیا اس نے واپس نہیں ملنا، جانے والے نے لوٹ کر نہیں آنا۔ اس لیے اس کی موت پر اپنا مقصد بھلا کر زندگی کو ضائع نہیں کرنا چاہیے اور ابدی

سعادت سے محروم نہیں ہونا چاہیے۔

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

مجھے تمہارے بارے میں دو چیزوں کا سب سے زیادہ خطرہ ہے، خواہشات کی پیروی اور لمبی امید، ہوا و ہوس کی پیروی حق سے موڑ دیتی ہے اور لمبی امید دنیا کے لیے محبت پیدا کرتی ہے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:

جان لو کہ اللہ تعالیٰ جسے پسند کرتا ہے اور جسے ناپسند کرتا ہے (دونوں) کو دنیا عطا کرتا ہے اور جب اللہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے ایمان عطا کرتا ہے، آگاہ رہو کہ (اس دنیا میں) فرزندانِ دین (بھی) ہیں اور فرزندانِ دنیا (بھی)، پس تم ابنائے دین بنو اور ابنائے دنیا نہ بنو، جان لو کہ دنیا پیٹھ پھیر کر جا رہی ہے اور آخرت سامنے سے آ رہی ہے، بے شک آگاہ رہو کہ تم یومِ عمل میں ہو جس میں حساب نہیں اور یومِ حساب میں جانے والے ہو جس میں عمل نہیں۔

رسول اللہؐ نے اللہ کی محبت کو ایمان کی شرط قرار دیا ہے، آپؐ فرماتے ہیں:

اس وقت تک تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک باقی سب سے زیادہ محبوب نہ ہوں

اور کوئی شخص کسی کے فعل اور کام پر ناراض ہو تو اس کی محبت اس کے دل میں پیدا نہیں ہو سکتی۔

اس لیے اللہ تعالیٰ سے محبت کا تقاضہ ہے کے اس کے ہر فعل پر راضی رہا جائے

باب الاول
اولاد کی موت پر ملنے والا اجر وثواب

خدا عادل بھی ہے، کریم بھی ہے اور غنی مطلق بھی، یہ اس کے شایانِ شان نہیں ہے کہ وہ اس دنیا میں اپنے مومن بندے پر کوئی مصیبت و امتحان نازل کرے اور پھر اسے اس مصیبت سے زیادہ اجر نہ دے، کیونکہ اگر بالکل کوئی اجر نہ دے تو یہ ظلم ہوگا اگر برابر اجر دے تو یہ عبث وفضول ہوگا اور اللہ تعالیٰ ان دونوں سے بری وارفع اور بلند ہے۔

رسول اکرمؐ فرماتے ہیں:

اگر مومن جان لے کہ مصیبت اور امتحان پر اللہ نے اس کے لیے کیا (اجر) رکھا ہے تو وہ تمنا کرے کہ اسے اس دنیا میں قینچیوں کے ساتھ کاٹ دیا جائے۔

تیس سے زائد اصحاب نے رسول اکرمؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

جس شخص نے تین بیٹوں کو جوانی میں پہنچنے سے پہلے مقدم کیا (یعنی ان کی موت کمسنی کی حالت میں اس شخص کی زندگی میں ہوجائے) یا کوئی عورت جس کے تین بیٹے اس کی زندگی میں مرجائیں تو وہ ان کا حجاب ہوں گے جو انہیں جہنم سے محفوظ رکھیں گے۔

اس طرح جناب ابوذرؓ سے منقول حدیث کے الفاظ ہیں اور اس کے آخر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت اور فضل سے جنت میں داخل کرے گا۔

اسی طرح امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ:

جس کی اولاد اس کی زندگی میں مرجائے اور وہ رضا وتسلیم کے ساتھ صبر کرے اور اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ذخیرہ سمجھے، تو اس کی اولاد (روزِ قیامت) اللہ عزوجل کے اذن سے اسے جہنم سے بچالے گی۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

ایک بیٹا جو کسی شخص کی زندگی میں ہی فوت ہوجائے وہ ان ستر بیٹوں سے افضل ہے جو اس کے بعد باقی رہیں اور گھوڑے پر سوار ہوں اور اللہ کی راہ میں جنگ کریں۔

اسی طرح کی ایک اور روایت ہے جس کے آخر میں ہے کہ وہ ان ستر بیٹوں سے

افضل ہے جو اس کے بعد باقی رہیں اور قائمؑ کو پالیں۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

مومن کا اس کے بیٹے کی موت پر ثواب جنت ہے، چاہے وہ صبر کرے یا نہ کرے

اور رسول اکرمؐ کا فرمان ہے کہ:

مبارک ہو! مبارک ہو! پانچ چیزیں میزان میں کتنی زیادہ وزنی ہیں! لا الہ الا اللہ، سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر اور صالح بیٹا جو کسی مسلمان کا مر جائے اور وہ صبر کرتے ہوئے اس کے اجر کی اللہ سے امید رکھے۔

رسول اللہؐ فرماتے ہیں:

میں نے کل رات عجیب خواب دیکھا۔۔اس کے بعد ایک طویل بیان ارشاد فرمایا جس میں تھا کہ میں نے اپنی ایک امت کے شخص کو دیکھا جس کا میزان ہلکا تھا اس کی زندگی میں فوت ہو جانے والے اس کے کمسن بیٹے آئے اور انہوں نے اس کے میزان کو بھاری کر دیا۔

اسی طرح انس بن مالک سے مروی ہے کہ:

ایک شخص رسول اللہؐ کے پاس اپنے چھوٹے بچے کو ساتھ لے کر آتا تھا، اس کا بیٹا مر گیا، اس کا والد آپؐ کے پاس (کئی دن تک) نہ آیا، آپؐ نے اس کے بارے میں پوچھا، لوگوں نے کہا کہ اس کا بیٹا مر گیا ہے جسے آپ نے اس کے ساتھ دیکھا تھا۔

آپؐ نے فرمایا: تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟ چلو ہم اپنے بھائی کے پاس جاتے ہیں اور تعزیت کرتے ہیں، جب آپؐ اس کے پاس پہنچے تو وہ شخص انتہائی رنج والم کی حالت میں تھا، آپؐ نے اسے تسلی دی۔

اس نے کہا: یا رسول اللہؐ! مجھے اس سے امید تھی کہ میرے بڑھاپے اور ضعیفی میں میرا سہارا بنے گا۔

رسول اللہؐ نے فرمایا: کیا تمہیں یہ بات خوش نہیں کرتی کہ وہ روزِ قیامت تمہارے ساتھ ہوگا؟ اس سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ! وہ کہے گا: یارب!

میرے والدین، وہ تمہارے بارے میں شفاعت کرتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ عزوجل تمہارے بارے میں اس کی شفاعت کو قبول کر لے گا اور تم سب کو جنت میں داخل کر دے گا۔

جب عثمان بن مظعونؓ کا بیٹا مر گیا تو اتنے غمزدہ ہوئے کہ گھر ہی کو مسجد بنالیا اور اس میں عبادت کرتے رہتے، یہ بات نبی اکرمؐ تک پہنچی تو آپؐ نے فرمایا: اے عثمان! اللہ تعالیٰ نے ہم پر رہبانیت فرض نہیں کی، میری امت کی رہبانیت اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔

اے عثمان بن مظعون! جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور سات دروازے جہنم کے ہیں، کیا تمہیں یہ بات خوش نہیں کرتی کہ تم ان میں سے جس دروزاہ پر پہنچو گے تو اپنے بیٹے کو اپنے ساتھ پاؤ گے وہ تمہارے دامن کو پکڑے گا اور اپنے رب سے تمہارے لیے شفاعت طلب کرے گا۔

لوگوں نے پوچھا: یارسول اللہؐ! جو عثمان کے لیے اجر (آپ نے بتایا) ہے وہ ہم سب کے مرجانے والے کمسن بچوں کا بھی ہے؟

آپؐ نے فرمایا: ہاں! جس تے تم میں سے صبر کیا اور اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ذخیرہ سمجھا (اس کے لیے بھی یہی اجر ہے).

رسول اکرمؐ فرماتے ہیں:

جب کسی بندے کا بیٹا مر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ سے کہتا ہے: تم نے میرے بندے کے بیٹے کی روح قبض کی؟

وہ کہتے ہیں: : جی ہاں!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم نے میرے بندے کے دل کی ٹھنڈک اور سکون کی روح قبض کی؟

ملائکہ کہتے ہیں: : جی ہاں!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے کیا کہا؟

ملائکہ کہتے ہیں: اس نے تمہاری حمد کی اور انا للہ و انا الیہ راجعون کہا
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے عبد کے لیے جنت میں گھر بناؤ اور اس کا نام بیت الحمد رکھ دو۔
رسول اللہ ؐ فرماتے ہیں:

جس نے تین بیٹوں کو دفن کیا اور ان کی موت پر صبر کیا اور ان کا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ذخیرہ جانا، اس پر جنت واجب ہے۔

ام ایمن نے کہا اور جس نے دو بیٹوں کو دفن کیا؟

آپؐ نے فرمایا: جس نے دو بیٹوں کو دفن کیا اور ان کی موت پر صبر کیا اور ان کا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ذخیرہ جانا، اس پر جنت واجب ہے۔

ام ایمن نے کہا اور جس نے ایک بیٹے کو دفن کیا؟

آپؐ خاموش ہوئے اور تھوڑی دیر رکے پھر فرمایا: اے ام ایمن! جس نے ایک بیٹے کو دفن کیا اور اس کی موت پر صبر کیا اور اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ذخیرہ جانا، اس پر جنت واجب ہے۔

بابِ اول کے بارے میں چند حکایات

حضرت داوٗدؑ کا ایک بیٹا وفات پا گیا، جسکی وجہ سے آپ بہت غمزدہ ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی اور فرمایا:

اے داوٗد! یہ بیٹا تمہارے نزدیک کس کے برابر تھا؟

آپ نے کہا: اے رب! اس بیٹے کا میرے نزدیک وزن سونے سے بھری زمین کے برابر تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو پھر میرے نزدیک بروزِ قیامت تمہارا ثواب (بھی) اتنا ہے جس سے زمین بھر جائے۔

داوٗد بن ابی ھند کہتے ہیں کہ:

میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا قیامت برپا ہو چکی ہے اور گویا لوگوں کو حساب کے لیے بلایا جا رہا ہے، میں میزان کے قریب ہوا، اپنی نیکیاں ایک پلڑے میں اور گناہ دوسرے پلڑے میں رکھے، نیکیوں پر گناہوں کا پلڑا بھاری ہو گیا، میں پریشانی کے عالم میں تھا کہ ایک سفید رومال یا سفید کپڑا میرے پاس لایا گیا، میں نے اس کو نیکیوں کے پلڑے میں رکھا تو وہ پلڑا بھاری ہو گیا، مجھ سے کہا گیا:

جانتے ہو یہ کیا ہے؟

میں نے کہا: نہیں۔

کہا گیا یہ تمہارا بیٹا ہے جو کمسنی میں مر گیا تھا۔

میں نے کہا، میری تو ایک بیٹی بھی تھی (جو بچپن میں مر گئی تھی)

کہا گیا: تمہاری بیٹی (کا ثواب) اس کی طرح نہیں ہے، کیونکہ تو اس کی موت کی خواہش رکھتا تھا۔

ابن ابی شوذب بیان کرتے ہیں کہ:

ایک شخص تھا جس کا بیٹا ابھی سنِ بلوغت کو نہیں پہنچا تھا، اس نے اپنی قوم کے پاس

کسی کو بھیج کر کہا کہ مجھے تمہاری ضرورت ہے انہوں نے پوچھا کیا حاجت ہے؟ اس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ میں دعاء کروں کہ میرے اس بیٹے کو اللہ تعالیٰ موت دے دے اور تم سب میری دعا پر آمین کہنا، انہوں نے اس سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا لوگ قیامت کے دن کے لیے جمع ہیں اور انہیں شدید پیاس لگی ہوئی ہے، اتنی دیر میں جنت سے کچھ بچے نکلتے ہیں، جن کے ہاتھوں میں جام ہیں، ان میں میرا ایک بھتیجا بھی ہے، میں نے اس سے پانی طلب کیا، اس نے انکار کر دیا اور کہا: چچا جان! ہم صرف اپنے والدین کو پانی پلاتے ہیں۔

میں اب چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے اس بیٹے کو میرے لیے توشہ آخرت بنائے اور مجھ سے پہلے اسے موت آجائے۔

اس نے دعا کی سب نے آمین کہا، کچھ دیر بعد وہ بچہ مر گیا۔

(اس واقعے کو بیان کرنے کا مقصد یہ نہیں کہ اسی طرح ہمیں بھی کرنا چاہیے اور بیٹوں کی موت کی دُعا کرنی چاہیے بلکہ اسے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ چھ ایسے بھی بزرگان گزرے ہیں جنہیں اولاد کی موت پر ملنے والے عظیم اجر پر اس قدر یقین تھا کہ وہ اسے حاصل کرنے کی طمع میں اولاد کے مرنے کی دعائیں کرتے تھے)

بابِ ثانی

صبر کے بارے میں

لغت میں مصیبت کے وقت پریشانی اور اضطراب سے اپنے نفس کو روکنے کو صبر کہتے ہیں، اس کی تین قسمیں ہیں۔

پہلی قسم عوام میں سے بعض لوگوں کو دکھانے کے لیے مشکلات میں صبر ظاہر کرتے ہیں انہیں اجر وثواب یا آخرت سے غرض نہیں ہوتی۔

دوسری قسم ایسے صابروں کی ہے جو اجر وثواب کے حصول کے لیے صبر کرتے ہیں۔

تیسری قسم ایسے لوگوں کی ہے جو مصیبت میں صبر کرنے میں لذت محسوس کرتے ہیں ،وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ نے ان پر خاص نظر کرم کی ہے، قرآن واحادیث میں جب مطلقاً صبر کا ذکر ہوتو اس سے دوسری قسم مراد ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صابرین کی شان اور اوصاف بیان کیے ہیں، اور اکثر نیکیوں اور درجات کو صبر کے ساتھ ذکر کیا ہے، ستر سے زیادہ مرتبہ قرآن مجید میں صابرین کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا (السجدہ: ۲۴)

اور ہم نے ان میں سے امام قرار دیے جبکہ انہوں نے صبر کیا، وہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ بِمَا صَبَرُوْا (الاعراف: ۱۳۷)

اور بنی اسرائیل کے حق میں تمہارے پروردگار کا اچھا کلمہ پورا ہو گیا بوجہ ان کے صبر کرنے کے۔

وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (النحل: ۹۶)

اور جن لوگوں نے صبر کیا انہیں ہم انکے اعمال کا بدلہ جو وہ کیا کرتے تھے بہت بہتر دیں گے

اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا (القصص: ۵۴)

یہی وہ لوگ ہیں جنھیں بوجہ اس کے کہ انہوں نے صبر کیا دگنا اجر دیا جائے گا۔

إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (الزمر:١٠)

ماسوااس کے نہیں کہ صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بلاحساب پورا پورا دیا جائے گا۔

وَاصْبِرُوا إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِينَ (الانفال:٤٦)

صبر کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

رسول اللہؐ فرماتے ہیں:

الصبر نصف الایمان۔ صبر نصف ایمان ہے

آپؐ فرماتے ہیں:

صبر جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

اسی طرح آپؐ نے فرمایا:

سب سے افضل عمل وہ ہے جس پر نفس کو مجبور کیا جائے۔

آپؐ سے پوچھا گیا کہ ایمان کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: صبر

یعنی ایمان میں عمدہ شئی صبر کرنا ہے۔

انصار کے پاس جس وقت رسول اللہؐ گئے تو آپؐ نے ان سے پوچھا: کیا تم مومن ہو؟

سب خاموش ہو گئے، ایک شخص نے کہا: اے رسول اللہؐ! جی ہاں!

آپؐ نے پوچھا: تمہارے ایمان کی علامت کیا ہے؟

انہوں نے کہا: ہم آسانی پر شکر کرتے ہیں اور مصیبت پر صبر کرتے ہیں اور قضاء پر راضی رہتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: ربِ کعبہ کی قسم! تم مومن ہو۔

آپؐ نے فرمایا:

ناپسندیدہ شئی پر صبر کرنے میں خیر کثیر ہے۔

آپؐ فرماتے ہیں:

ایمان سے صبر کی منزلت ایسے ہے جیسے سر کی جسم سے، جس کا سر نہ ہو اس کا جسد بھی نہیں ہوتا اور جس کے پاس صبر نہ ہو اس کا ایمان بھی نہیں ہوتا۔

امام علیؑ فرماتے ہیں:

اگر تم نے صبر کیا تو تقدیر کے مطابق تمہارے ساتھ ہوگا لیکن تمہیں اس پر اجر ملے گا اور اگر تم نے بے صبری کی (پھر بھی) تمہارے ساتھ تقدیر کے مطابق ہوگا لیکن تم گناہگار ہوگے۔

امام حسنؑ نے رسول اللہؐ سے روایت بیان کی ہے کہ:

جنت میں ایک درخت ہے جسے شجرة البلویٰ کہتے ہیں، روزِ قیامت اہلِ رنج و مصیبت کو لایا جائے گا، نہ ان کا اعمال نامہ کھولا جائے گا، نہ ان کے لیے میزان نصب کیے جائیں گے، ان پر اجر کی بارش کر دی جائے گی، اسکے بعد آپ نے اس آیت کی تلاوت کی:

انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب

ماسوا اس کے نہیں کہ صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بلا حساب پورا پورا دیا جائے گا۔

امام حسنؑ فرماتے ہیں:

مصائب اجر کی چابیاں ہیں۔

امام زین العابدینؑ سے روایت ہے کہ:

جب اللہ اولین و آخرین کو جمع کرے گا تو ایک منادیٰ ندا دے گا: این الصابرون؟ صبر کرنے والے کہاں ہیں؟ وہ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہو جائیں، لوگوں میں سے ایک جماعت اٹھے گی اور چل پڑے گی۔

کچھ ملائکہ انہیں ملیں گے اور پوچھیں گے: اے بنی آدم! کہاں؟

وہ کہیں گے: جنت کی طرف۔

ملائکہ کہیں گے: حساب سے پہلے؟

وہ کہیں گے: ہاں!

ملائکہ پوچھیں گے: تم کون ہو؟

وہ جواب دیں گے ہم صابرین ہیں۔

ملائکہ پوچھیں گے: تمہارا صبر کیا تھا؟

وہ جواب دیں گے: ہم نے اللہ کی اطاعت پر صبر کیا اور اللہ کی نافرمانی (سے بچنے کے

لیے) صبر کیا یہاں تک کہ اللہ نے ہمیں موت دی، ملائکہ کہیں گے: جس طرح تم نے کہا تم اسی طرح ہو، جنت میں داخل ہو جاؤ، **فنعم اجر العاملین**۔

رسول اللہؐ فرماتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب میں اپنے بندوں میں سے کسی بندے کو اسکے بدن، مال یا اولاد کے بارے میں مصیبت میں مبتلاء کرتا ہوں، اور وہ اسکے مقابل میں صبرِ جمیل کرتا ہے تو مجھے روزِ قیامت اس سے شرم آتی ہے کہ اس کے لیے میزان نصب کروں اور اس کا دیوان کھولوں۔

آپؐ فرماتے ہیں:

جسے تین چیزیں عطا ہوئیں اسے دونوں جہانوں کی خیر مل گئی:

قضاء پر رضا، مصیبت پر صبر، آسانی میں دعاء

روایت میں ہے کہ:

جب کوئی شخص قبر میں جائے گا تو نماز اس کے دائیں طرف اور بائیں طرف زکوٰۃ کھڑی ہو جائے گی، نیکی اس پر سایہ کرے گی، صبر ایک طرف کھڑا ہو کر کہے گا: میرے صاحب کی حفاظت کرنا، میں اس کے پیچھے ہوں، یعنی اگر تم اس سے عذاب دور کر سکو تو ٹھیک ہے ورنہ میں اس کے لیے کافی ہوں اور اس سے عذاب دور کر دوں گا۔

رسول اللہؐ فرماتے ہیں:

مومن کا امر عجیب ہے، اس کے ہر امر میں خیر ہے اور یہ صرف مومن کے لیے ہے اور کسی کے لیے نہیں، اگر اسے آسانی پیش آئے اور شکر کرے تو یہ اس کے لئے خیر ہے اور اگر اسے کوئی مصیبت، سختی پیش آئے اور وہ صبر کرے تو یہ (بھی) اس کے لیے خیر ہے۔

رسول اللہؐ فرماتے ہیں:

کیا میں تمہیں متعجب نہ کروں؟ جب مومن کو کوئی خیر پیش آتی ہے تو وہ اللہ کی حمد اور شکر ادا کرتا ہے اور جب اسے کوئی مصیبت پیش آتی ہے تو (بھی) اللہ کی حمد اور صبر کرتا ہے، پس مومن کو ہر شئے میں اجر ملتا ہے حتیٰ کہ جو لقمہ وہ اپنے منہ میں ڈالتا ہے (اس پر بھی اسے اجر ملتا ہے)۔

رسول اللہؐ سے پوچھا گیا کہ کیا کوئی ایسا شخص ہے جو جنت میں بغیر حساب کے داخل ہو گا؟

آپؐ نے فرمایا: ہاں! ہر رحیم اور صبر کرنے والا ہر رحم کرنے والا اور صبر کرنے والا۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

مومنین میں سے جو مصیبت و پریشانی میں مبتلاء ہو اور وہ اس پر صبر کرے اس کے لیے ہزار شہیدوں کے برابر اجر ہے۔

امام جعفر صادقؑ رسول اللہؐ سے روایت کرتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے دنیا اپنے بندوں کے لیے قرض قرار دی، پس اس میں سے جو مجھے قرض دے گا میں ہر ایک کے بدلے دس سے لے کر سات سو گنا دوں گا اور جتنا چاہوں گا دوں گا، جو اس میں سے مجھے قرض نہ دے میں اس سے کوئی شئے قسراً (اس کی ناپسندیدگی کے باجود) لے لوں گا اور اس کے بدلے اسے تین ایسی خصلتیں عطا کروں گا کہ اگر ان میں سے ایک بھی ملائکہ کو عطا کروں تو وہ اس کی وجہ سے مجھ سے راضی ہو جائیں گے اس کے بعد آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تلاوت کی کہ:

الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ و انا الیہ راجعون اولئك علیھم صلوات من ربھم

جن پر جب کوئی مصیبت پڑی تو کہنے لگے بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کے حضور پلٹ کر جانے والے ہیں یہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی طرف سے عنایات ہیں۔

یہ اب تین میں سے ایک خصلت ہے۔

''ورحمۃ'' اور رحمت ہے، یہ دوسری خصلت

''واولئك ھم المھتدون' اور یہی لوگ ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں، اور یہ تیسری خصلت ہے۔

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا یہ انعام اس کے لیے ہے جس سے کوئی شئے قسراً (اس کی ناپسندیدگی اور عدم رضا کے باوجود) لی جائے۔

مصیبت میں جو کام ثواب کو بڑھاتے یا کم کرتے ہیں

آپؑ فرماتے ہیں:

مصیبت کے وقت زانو پر ہاتھ مارنا اجر کو ضائع کر دیتا ہے، اور صدمہ پہنچتے ہی صبر کرنا سب سے عظیم ہے، اور مصیبت کے حساب سے اجر بھی بڑا ہوتا ہے جس نے مصیبت (کچھ عرصہ بعد) کے بعد انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا مصیبت پہنچنے والے دن کی طرح اللہ اس کے اجر کی تجدید کرے گا۔

ایک شخص نے رسول اللہؐ سے پوچھا: مصیبت میں کیا چیز اجر کو ضائع کر دیتی ہے؟

آپؐ نے فرمایا: کسی شخص کا دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر مارنا۔

مصیبت پہنچتے ہی صبر ہوتا ہے جو راضی ہوا اس کے لیے رضا ہے اور جو ناراض ہوا اس کے لیے ناراضگی ہے۔

ام سلمہ زوجہ رسولؐ فرماتی ہیں: میں نے آپؐ سے سنا آپؐ نے فرمایا:

جس بندے کو کوئی مصیبت و پریشانی پیش آئے اور وہ انا للہ و انا الیہ راجعون کہے اور یہ کہے کہ:

اللهم آجرني في مصيبتي واخلف لي خيرا منها

اے اللہ مجھے اس مصیبت میں اجر دینا اور اس کے بعد مجھے اس سے بہتر عطا کرنا۔

تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی مصیبت و پریشانی پر اجر عطا فرمائے گا اور اسے اس سے بھی بہتر عطا فرمائے گا۔

ام سلمہ کہتی ہیں:

جب ابو سلمہ کی وفات ہوئی تو میں نے اسی طرح کہا جس طرح رسول اللہؐ نے حکم دیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے بہتر (شوہر) عطا کیا یعنی رسول اللہؐ۔

نماز اور صبر

جب نبی اکرمؐ کے اہل وعیال پر کوئی مصیبت نازل ہوتی تو آپ انہیں نماز پڑھنے کا حکم دیتے اور اس کے بعد یہ آیت تلاوت کرتے:

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا (طٰہٰ:۱۳۲)

اور اپنے اہل کو نماز کا حکم دیتا رہ اور اس پر صبر کر۔

ابن عباس کو جب ان کے بھائی قثم کی موت کی خبر ملی تو آپ حالتِ سفر میں تھے آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور رستے سے ایک طرف ہٹ کر سواری کو بٹھایا، اور دو رکعت نماز پڑھی اور ان دونوں رکعتوں میں کافی دیر بیٹھے رہے، اس کے بعد اٹھ کر اپنی سواری کی طرف چل پڑے اور کہا:

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ (بقرہ:۴۵)

اور (ہر مشکل میں) صبر اور نماز سے مدد چاہو، اگرچہ یہ دشوار ہے مگر عاجزی کرنے والوں پہ نہیں۔

اور انہیں جب بھی کوئی مصیبت پریشانی پیش آتی تو وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھتے اور کہتے:

اے اللہ جس کا تو نے حکم دیا تھا میں وہ بجا لایا اب جس کا تو نے وعدہ کیا ہے وہ پورا کر۔۔۔

صبر کرنے کی اہمیت

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

صبر اور مصیبت مومن کی طرف ایک دوسرے پر سبقت لینے کے لیے بڑھتے ہیں جب مصیبت پہنچتی ہے تو مومن اس وقت صبر کرنے والا ہوتا ہے اور بے صبری اور مصیبت کافر کی طرف ایک دوسرے سے سبقت لینے کے لیے بڑھتے ہیں جب مصیبت پہنچتی ہے تو کافر اس وقت بے صبری کرنے والا ہوتا ہے۔

رسول اللہؐ فرماتے ہیں:

مسلمان کا مصیبت کے وقت اپنا ہاتھ زانو پر مارنا اجر کو ضائع کر دیتا ہے

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

اس مصیبت کو مصیبت شمار نہ کرو جس پر تمہیں صبر عطا کیا گیا ہو اور اللہ کی طرف سے اس کی وجہ سے ثواب کے حقدار ہوئے ہو، مصیبت تو صرف وہ ہے جس کے آنے پر وہ صبر نہ کرے اور اجر و ثواب سے محروم ہو جائے۔

امام جعفر صادقؑ کے پاس آ کر ایک شخص نے مصیبت و پریشانی کی شکایت کی تو آپؑ نے فرمایا:

اگر تم صبر کرو گے تو تمہیں اجر ملے گا اور اگر صبر نہ کرو گے تو اللہ عزوجل نے جو تمہاری تقدیر لکھی ہے اس کے مطابق تو ہو گا (ہی) لیکن تم گناہ گار (بھی) ہو گے۔

امتحان اور سختیاں مومن کی زینت ہیں

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

بلاء و مصیبت مومن کی زینت ہے اور صاحبِ عقل کے لیے کرامت ہے، کیونکہ مصیبت کا سامنا کرنا، اس پر صبر کرنا اور ثابت قدم رہنا ایمان کی نسبت کو صحیح کرتا ہے۔

اللہ کے نبی جناب ایوبؑ اپنی دعا میں فرماتے تھے:

اے اللہ! ستر سال مجھ پر نعمتوں کے آ چکے ہیں مجھے اتنی مہلت دینا کہ ستر سال مصیبتوں کے بھی آ جائیں۔

امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ:

مصیبت و امتحان مومن کے لیے ایسے ہے جیسے جانور کے لیے لگام اور اونٹ کے لیے عقال ہوتی ہے

چند منقول حکایات

حالانکہ زمانہ جاہلیت میں عرب ثواب کی امید اور جزاء کا خوف نہیں رکھتے تھے لیکن پھر بھی وہ صبر کا مظاہرہ کرتے تھے، اور صبر کی فضیلت کو جانتے تھے اور بے صبری کرنے والے پر طعن و تشنیع کرتے تھے۔ وہ حلم اور مروت ظاہر کرنے کے لیے صبر کرتے تھے حتیٰ کہ ان کا کوئی قریبی مر جاتا تو اس کے چہرے سے یہ عیاں نہیں ہوتا تھا، جب اسلام آیا اور عرب میں پھیل گیا تو انہیں صبر کے ثواب کا بھی علم ہو گیا جس کی وجہ سے ان میں صبر کرنے کی رغبت بڑھ گئی، اور مصیبت میں صبر کرنے والوں کے درجات بھی بلند ہو گئے۔

ابو الاحوص کہتے ہیں کہ میں ابن مسعود کے پاس گیا، ان کے تین بیٹے تھے اور حسن و جمال میں گویا سونے کے سکے ہوں، ان کی خوبصورتی سے ہم متعجب ہوئے، ابن مسعود نے ہم سے کہا گویا کہ تم ان پر رشک کر رہے ہو؟

ہم نے کہا: خدا کی قسم ان جیسے بچوں پر مسلمان مرد کو رشک کرنا چاہیے۔

یہ سن کر وہ اپنے چھوٹے سے گھر کی چھت کی طرف متوجہ ہوئے، وہاں ابابیل نے گھونسلہ بنایا ہوا تھا اور اس میں انڈے دیے ہوئے تھے۔

آپ نے کہا: ان بچوں کی قبروں کی مٹی سے ہاتھ جھاڑنا مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ یہ ابابیل کا گھونسلہ گرے اور انڈے ٹوٹ جائیں، یہ بات آپ نے ثواب کے حصول کی طمع میں کہی۔۔

جناب ابوذر غفاریؓ کا کوئی بیٹا زندہ نہیں رہتا تھا، کسی نے ان سے کہا کہ تم ایسے شخص ہو جس کا کوئی بیٹا باقی نہیں رہتا، آپ نے فرمایا:

حمد ہے اس اللہ کی جو انہیں دار الفناء (دنیا) سے لیتا ہے اور دار البقاء (آخرت) کے لیے ذخیرہ کر لیتا ہے

طاعون کی خطرناک وباء میں عبد اللہ بن عامرؓ المازنی کے سات بیٹے ایک دن میں

ہی مر گئے، آپ نے اس موقع پر فرمایا:

میں مسلم ہوں اور (تقدیرِ خداوند کو) تسلیم کرنے والا ہوں۔

عبدالرحمن بن عثمان کہتے ہیں کہ ہم معاذ کے پاس گئے وہ اپنے بیٹے کے پاس بیٹھے تھے ان کا بیٹا آخری سانسیں لے رہا تھا، یہ منظر دیکھ کر ہم سے برداشت نہ ہوا ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، ہم میں سے بعض بلند آواز سے گریہ کرنے لگ پڑے۔ معاذ نے انہیں سختی سے روکا اور کہا: خاموش ہو جاؤ! اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کے حضور میرا اس امر پر راضی رہنا مجھے ہر اس غزوہ سے زیادہ پسند ہے جس میں میں رسول اللہؐ کے ساتھ شامل رہا ہوں، کیونکہ میں نے آپؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

''جس کا کوئی بیٹا ہو اور وہ اسے بہت عزیز ہو اور وہ اسکے بارے میں بہت حریص ہو، اگر وہ بیٹا مر جائے اور وہ اس مصیبت پر صبر کرے اور اللہ سے جزاء کی امید رکھے تو اللہ تعالیٰ مرنے والے کو بدلے میں اسکے گھر سے بہتر گھر اور اسکے ٹھکانہ سے بہتر ٹھکانہ عطا کرتا ہے، اور اس مصیبت زدہ (باپ) کو بدلے میں صلاۃ، رحمت، مغفرت اور رضوان عطا کرتا ہے۔

تھوڑی دیر بعد اس کا بیٹا مر گیا، جب اذانِ ظہر ہوئی تو ہم نماز کے لیے گئے جب واپس آئے تو دیکھا تو اس کو غسل، کفن اور حنوط دے چکے ہیں، ایک شخص چارپائی لے کر آ گیا، نہ ہی بھائیوں کا انتظار کیا گیا نہ پڑوسیوں کے اکٹھا ہونے کا، جب ہمیں یہ بات معلوم ہوئی تو ہم جلدی سے ساتھ شامل ہوئے اور کہا اے عبدالرحمن کے والد، اللہ تمہیں معاف کرے ہمارا نماز سے فارغ ہونے کا انتظار تو کرتے۔ تاکہ ہم اپنے بھتیجے کے (غسل وکفن) میں شامل ہو جاتے، انہوں نے جواب دیا، ہمیں حکم ہے کہ ہم اپنے مرنے والوں کو اک گھڑی انتظار نہ کروائیں چاہے وہ رات میں مریں یا دن میں، آپ خود ایک شخص کے ساتھ قبر میں اترے، جب باہر نکلنے لگے تو میں نے سہارا دینے کے لیے ہاتھ بڑھایا، انہوں نے سہارا لینے سے انکار کر دیا اور کہا میں انکار اس وجہ سے نہیں کر رہا کہ مجھ میں طاقت بچی ہوئی ہے بلکہ اس لیے انکار کیا ہے کہ کہیں کوئی لاعلم یہ منظر دیکھ کر مجھے بے صبر نہ

سمجھے، یا مصیبت میں آرام کا خواہشمند نہ سمجھے۔ پھر اپنی بیٹھک میں آئے، تیل اور سرمہ منگوا کر لگایا، چادر منگوا کر پہنی، اور اس دن زیادہ تبسم کیا، ۔۔۔اور کہا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ہر مرنے والے کا خلف، ہر مصیبت میں تسلی، ہر کھو جانے والی شئے کا ادراک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

روایت ہے کہ کچھ لوگ امام زین العابدینؑ کے پاس بیٹھے تھے، خادم نے جلدی سے تندور میں گوشت بھونا اور اسے لے کر جلدی سے ان کی طرف بڑھا، (جلدی کی وجہ سے) اس کے ہاتھ سے وہ نوکیلا برتن (جس میں گوشت بھونتے ہیں) آپؑ کے ایک فرزند کے اوپر گرا اور اس کے سر پر لگا جس کی وجہ سے اس کی وفات ہوگئی۔

امام زین العابدینؑ جلدی سے اٹھے جب آپ نے اپنے فرزند کو مرا ہوا دیکھا تو غلام سے فرمایا:

تم اللہ کی خاطر آزاد ہو کیونکہ تم نے یہ جان بوجھ کر نہیں کیا، اس کے بعد اپنے بیٹے کے غسل و کفن کے انتظام میں مصروف ہو گئے۔

شیخ صدوق نے الفقیہ میں روایت کی ہے کہ جب ابو ذرؓ کا بیٹا ذر وفات پا گیا تو آپ اس کی قبر کے سرہانے کھڑے ہوئے، قبر پر ہاتھ پھیرا اور اس کے بعد فرمایا:

اے ذر! اللہ تم پر رحم کرے، تم میرے ساتھ بہت نیکوکار تھے، تم اس حالت میں مرے ہو کہ میں تم سے راضی ہوں۔ اللہ کی قسم! تمہیں کھونے پر میں پریشان نہیں، اور نہ ہی ذلیل و عیب دار ہوں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا مجھے کسی سے کوئی حاجت ہے، اگر (قبر اور قیامت) کے موقف کا ڈر نہ ہوتا تو مجھے تمہاری جگہ ہونا پسند ہوتا، (آخرت کی منازل میں تم پر آنے والی سختیوں کی وجہ سے) تمہارے اوپر رونے نے مجھے تمہارے لیے رونے سے مشغول کر دیا ہے اور اللہ کی قسم میں تمہارے لیے نہیں رویا بلکہ تمہارے اوپر رویا ہوں، کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تم نے (قبر میں) کیا کہا اور تم سے کیا کہا گیا؟ اے اللہ! اس

پر جو میرا حق تھا میں نے اسے بخش دیا، پس اس پر جو تمہارا حق ہے تو بھی اسے بخش دے، کیونکہ تو مجھ سے زیادہ جود و کرم کے لائق ہے۔

مروی ہے کہ عیاض بن عقبہ فہری کا بیٹا مر گیا، جب وہ اس کی قبر میں اترا تو ایک شخص نے کہا: اللہ کی قسم وہ لشکر کا سردار تھا پس اس کی موت پر صبر کرو اور امیدِ ثواب رکھو۔

عیاض نے کہا: میں ایسا ہی کروں گا، ایسا کیوں نہ کروں جبکہ کل وہ دنیاوی زندگی کی زینت تھا اور آج وہ باقیاتِ صالحات میں سے ہے۔

ابو علی رازی کہتے ہیں: میں فضیل بن عیاض کی صحبت میں تیس سال رہا، میں نے کبھی انہیں مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا سوائے ایک دن کے جس دن ان کا بیٹا علی فوت ہوا، میں نے اس بارے میں ان سے بات کی، انہوں نے کہا، اللہ نے ایک امر کو پسند کیا پس جو اللہ نے پسند کیا میں نے بھی اسے پسند کیا۔

عمرو بن کعب ہندی شوشتر میں قتل ہو گئے، ان کے مرنے کی خبر ان کے والد سے چھپائی گئی، کچھ عرصہ بعد ان تک خبر پہنچ گئی لیکن انہوں نے بے صبری کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ کہا:

حمد ہے اس اللہ کی جس نے میرے صلب میں سے ایک ایسا قرار دیا جسے شہادت کی موت آئی، پھر آپ کا ایک اور بیٹا جرجان میں شہید ہو گیا، آپ تک خبر پہنچی تو آپ نے کہا: حمد ہے اللہ کی جس نے میری اولاد میں سے ایک اور کو شہادت نصیب کی۔

صاحبانِ حکمت میں سے ایک شخص سے منقول ہے کہ میں سرحد کی طرف گیا راستے میں مصر اور شام کی سرحد پر عریش نامی جگہ پر پہنچا، دیکھا تو ایک سائبان ہے اس کے نیچے ایک شخص بیٹھا ہے جس کی آنکھیں نہیں اور ہاتھ پاؤں کام نہیں کرتے تھے، وہ شخص حمد و ثناء میں مشغول تھا اور کہہ رہا تھا:

لك الحمد سیدی و مولای اللهم انی احمدك حمدا یوافی محامد خلقك كفضلك علی سائر خلقك۔۔اے اللہ تمہاری حمد ہے کیونکہ تو نے مجھے اپنی کثیر مخلوق پر فضیلت عطا کی۔

میں نے دل ہی میں کہا کہ ضرور اس سے کچھ پوچھنا چاہیے ۔۔۔ میں نے سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا، میں نے کہا:

اللہ کی تم پر رحمت ہو اگر میں تم سے کسی شئے کے بارے میں پوچھوں تو تم جواب دو گے یا نہیں؟

اس نے کہا اگر مجھے اس کے بارے میں علم ہوا تو جواب دوں گا،

میں نے کہا اللہ کی تم پر رحمت ہو، اللہ نے تمہیں کونسی فضیلت عطا کی ہے جس پر تم اس کا شکر ادا کر رہے ہو؟

اس نے کہا جو کچھ اللہ نے میرے ساتھ کیا ہے تم نے اسے دیکھا ہے؟

میں نے کہا ہاں میں تمہاری حالت دیکھ رہا ہوں

اس نے کہا اللہ کی قسم اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر آگ کو بھیجے جو مجھے جلا دے اور پہاڑوں کو حکم دے اور وہ مجھے کچل دیں اور سمندروں کو حکم دے اور وہ مجھے غرق کر دیں اور زمین کو حکم دے اور وہ مجھے دھنس لے تو بھی اس سے میرے محبت ہی بڑھے گی اور اس کے لیے میرے شکر میں اضافہ ہوگا۔

(پھر اس نے کہا کہ) مجھے تم سے ایک کام ہے، کرو گے؟

میں نے کہا ہاں! جو دل ہے کہو،

اس نے کہا کہ میرا ایک بیٹا ہے جو نماز کے اوقات میں میرے پاس آتا ہے اور افطار کے وقت مجھے کھانا کھلاتا ہے، کل سے وہ میرے پاس نہیں آیا، کیا تم اسے میرے لیے ڈھونڈ سکتے ہو؟

میں نے دل ہی میں کہا کہ اس شخص کی حاجت پوری کرنے میں اللہ کی قربت ہے، میں اٹھا اور اس کے بیٹے کو تلاش کرنے لگ پڑا، جب میں ریت کے ٹیلوں کے درمیان پہنچا تو دیکھا کہ ایک درندے نے اسکے بیٹے پر حملہ کر کے اس کا گوشت کھا لیا ہے، میں نے اِنَّا لِلّٰہ۔۔ پڑھا اور سوچنے لگا کیسے اس اللہ کے نیک بندے کو اس کے بیٹے کے مرنے کی خبر دوں۔

میں اس کے پاس گیا سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا میں نے کہا اللہ کی تم پر رحمت ہو اگر میں تم سے کسی شئی کا سوال کروں تو تم جواب دو گے۔

اس نے کہا اگر مجھے علم ہوا تو جواب دوں گا۔

میں نے کہا: کیا تمہاری منزلت اللہ سے زیادہ قریب ہے اور تم اسے زیادہ عزیز ہو یا اللہ کے نبی ایوبؑ؟

اس نے کہا: اللہ کے نبی کی منزلت مجھ سے زیادہ عظیم ہے وہ اللہ کو مجھ سے زیادہ پیارے ہیں۔

میں نے کہا: اللہ نے ان کا امتحان لیا تو انہوں نے صبر کیا، یہاں تک کہ ان سے مانوس لوگ ان سے اجنبی ہو گئے اور وہ راستے میں پڑے رہتے، جان لو کہ تم نے مجھے جس بیٹے کے بارے میں بتایا تھا اور اسے تلاش کرنے کے لیے بھیجا تھا اسے درندے نے کھا لیا ہے، اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا اجرِ عظیم عطا کرے۔

یہ سن کر اس نے کہا حمد ہے اللہ کی جس نے میرے دل میں دنیا کی کوئی حسرت نہیں چھوڑی، اس کے بعد چیخ مار کر زمین پر گر گیا میں نے آگے بڑھ کر ہلایا تو وہ مر چکا تھا، میں نے انا للہ۔۔ پڑھا اور سوچنے لگا کے اب کیا کروں اس کے غسل و کفن اور قبر کے انتظامات میں کون میری مدد کرے گا؟

اتنی دیر میں ایک قافلہ آ گیا جو سرحد کی طرف جا رہا تھا، میں نے انہیں اشارہ کر کے روکا، وہ میرے پاس آ کر رکے، پوچھا: تم کون ہو اور یہ شخص کون ہے؟ میں نے انہیں سارا واقعہ سنایا، انہوں نے اپنی سواریاں باندھیں اور میری مدد میں مشغول ہو گئے ہم نے سمندری پانی سے اسے غسل دیا، ان قافلہ والوں کے پاس کپڑا تھا جس سے کفن دیا، میں نے آگے بڑھ کر باجماعت نماز جنازہ پڑھائی اور اسی سائبان کے نیچے اسے دفن کر دیا، میں اس سے اُنس کی خاطر اس کی قبر پر بیٹھ گیا اور تلاوتِ قرآن کرنے لگ پڑا، رات کا ایک پہر گزر گیا، مجھے اونگھ آ گئی میں نے اس شخص کو بہترین شکل وصورت میں سرسبز باغ میں سبز لباس پہنے کھڑے ہو کر قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے دیکھا، میں نے کہا کیا

تم میرے ساتھی نہیں ہو؟

اس نے کہا: ہاں میں وہی ہوں

میں نے کہا: یہ میں تمہیں جس حالت میں دیکھ رہا ہوں کس چیز نے تمہیں اس مقام تک پہنچایا ہے؟

اس نے کہا: جان لو کہ میں اللہ کے پاس صابرین کے ساتھ ایسے درجہ میں وارد ہوا ہوں جسے پایا نہیں جا سکتا مگر امتحان میں صبر کر کے اور آسانیوں میں شکر کر کے۔۔۔ یہ سن کر میری آنکھ کھل گئی۔۔

شعبی نے حکایت نقل کی ہے کہ ایک شخص کے بیٹے کو دفن کیا گیا جب اس پر مٹی ڈالی گئی تو اس نے قبر پر کھڑے ہو کر کہا:

اے میرے بیٹے، تم صاحبِ مجد و عظمت (اللہ تعالیٰ) کا تحفہ تھے اور غنی و اَحد (اللہ عز وجل) کا عطیہ تھے، منتصر (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے ادھار دیے گئے تھے، تمہیں عطا کرنے والے نے تمہیں واپس لے لیا، تمہارے مالک نے تمہیں اپنے قبضہ میں لے لیا اور تحفہ کرنے والے نے واپس لے لیا، اللہ تعالیٰ تمہارے بعد مجھے صبر عطا کرے اور تمہارے (مرنے پر) مجھے اجر سے محروم نہ رکھے، اس کے بعد کہا، تم میری طرف سے آزاد ہو، اللہ تم پر فضل و کرم کرنے میں مجھ سے اولیٰ ہے۔

بنو دینار کی ایک عورت تھی جس کا شوہر، باپ اور بھائی رسول اکرمؐ کے ساتھ جنگِ احد میں شہید ہو گئے تھے، جب لوگوں نے آ کر اسے خبر دی تو اس نے پوچھا: رسول اللہؐ کیسے ہیں؟

لوگوں نے بتایا: اے ام فلاں! آپؐ خیر سے ہیں۔۔۔

اس نے کہا مجھے دکھاؤ تاکہ میں آپؐ کی زیارت کروں۔

انہوں نے آپؐ کی طرف اشارہ کیا، جب اس کی نظر آپؐ پر پڑی تو اس نے کہا:

آپ کے بعد ہر مصیبت آسان ہے (یعنی آپ سلامت ہیں اس لیے باقی مصائب کو برداشت کرنا بہت آسان ہے)۔

اسی طرح سمراء بنت قیس کے دو بیٹے شہید ہو گئے، آپؐ نے آکر تعزیت کی تو اس نے کہا:
ہر مصیبت آپ کے بعد آسان ہے، اللہ کی قسم! یہ غبار جو میں آپؐ کے چہرے پر دیکھ رہی ہوں یہ ان دونوں بیٹوں کے مرنے کی مصیبت سے زیادہ سخت ہے۔

جویریہ بن اسماء سے منقول ہے کہ تین بھائی شوشتر میں شہید ہو گئے، جب ان کی ماں کو خبر پہنچی تو اس نے پوچھا کہ آیا جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے ہیں یا جنگ سے واپس بھاگتے ہوئے؟ اسے بتایا گیا کہ جنگ میں آگے بڑھتے ہوئے شہید ہوئے ہیں۔
یہ سن کر اس نے کہا: الحمد للہ، اللہ کی قسم انہوں نے کامیابی کو پالیا اور شرف کا حاصل کیا، میں اور میرے ماں باپ ان پر قربان!، نہ ہی اس نے سسکی بھری نہ ہی آنکھ سے آنسو بہائے۔

ابان بن تغلب کہتے ہیں، میں ایک عورت کے پاس گیا جس کا کچھ دیر پہلے بیٹا فوت ہو گیا تھا، اس عورت نے خود بیٹے کی آنکھیں بند کیں اور اس کے اوپر چادر ڈالی، اس کے بعد کہا:
اے بیٹے: اس پر کیا آہ وزاری جو زائل نہ ہو؟ بلکہ رونا تو اس بات پر ہے کہ کل تمہارے ساتھ کیا ہوگا، اے میرے بیٹے! تم نے اس چیز کو (موت کو) چکھا جسے تمہارے باپ نے چکھا تھا اور تمہارے بعد تمہاری ماں بھی چکھے گی، اس بدن کے لیے سب سے بڑی راحت نیند ہے اور نیند اور موت بھائی ہیں، کوئی حرج نہیں کہ تم بستر پر سو جاؤ یا کسی اور شئے پر، کل سوال ہوں گے، جنت اور جہنم ہو گی، اگر تم اہل جنت سے ہو تو موت تمہیں نقصان نہیں دے گی اور اگر تم اہلِ جہنم میں سے ہو تو زندگی کا تمہیں نفع نہیں، چاہے تمہاری زندگی سب

سے طویل ہی کیوں نہ ہو، میرے بیٹے اللہ کی قسم! اگر بنی آدم کے لیے موت سب سے اشرف شئے نہ ہوتی تو اللہ اپنے نبی کو موت نہ دیتا اور اپنے دشمن ابلیس کو باقی نہ رکھتا۔

مسلم بن یسار کہتے ہیں کہ میں بحرین گیا وہاں ایک عورت کا مہمان بنا جس کے بہت سے بیٹے تھے، کنیزیں تھی، بہت مال و دولت اور آسائشیں تھیں، میں نے دیکھا کہ وہ غمزدہ رہتی ہے، کافی عرصہ کے بعد میں دوبارہ اس کے پاس گیا دیکھا تو اس کے دروازے پر کوئی غلام نہیں ہے، میں اجازت لے کر اندر داخل ہوا، دیکھا تو وہ بہت خوش اور مسرور ہے، میں نے پوچھا کیا بات ہے؟

اس نے کہا جب تم یہاں سے گئے تو اس کے بعد جو شئے ہم نے سمندر کے راستے بھیجی وہ ڈوب گئی جو خشکی کے راستے بھیجی وہ ضائع ہوگئی، کنیزیں چلی گئیں، بیٹے مر گئے۔

میں نے کہا: اللہ تم پر رحم کرے، اُس دن میں نے تمہیں غمگین دیکھا تھا اور آج تمہیں خوش دیکھ رہا ہوں (اس کی کیا وجہ ہے)؟

اس نے کہا: ہاں! جب دنیا کی تمام آسائشیں میرے پاس تھیں تو میں ڈرتی تھی کہ اللہ نے میری تمام نیکیوں کا بدلہ اس دنیا میں ہی دے دیا ہے، جب میری اولاد، کنیزیں چلی گئی تو مجھے امید پیدا ہوگئی کہ خدا نے اپنے پاس میرے لیے کوئی شئے ذخیرہ کی ہوئی ہے۔

ایک شخص کہتا ہے کہ میں اپنے دوست کے ساتھ صحراء کی طرف گیا، ہم راستہ بھول گئے، کچھ دیر بعد دیکھا تو دائیں طرف ایک خیمہ نظر آیا ہم خیمے کے پاس گئے، سلام کیا، اندر سے ایک عورت نے سلام کا جواب دیا، اس نے پوچھا کہ تم کون ہو؟

ہم نے بتایا کہ ہم راستہ بھول گئے تھے خیمہ نظر آیا تو اس طرف آ گئے۔

اس عورت نے کہا کہ تم اپنے چہرے دوسری طرف پھیر لو تا کہ میں آپ کی خاطر تواضع کا اہتمام کرسکوں۔

ہم نے رخ پھیر لیا، اس نے چٹائی بچھا کر دی اور کہا اس پر بیٹھیں میرا بیٹا ابھی آنے

ہی والا ہے۔
اس کے بعد وہ بار بار خیمہ کا پردہ اٹھاتی اور بیٹے کا راہ دیکھتی، اچانک دیکھا تو ایک اونٹ آ رہا ہے اس نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ سے آنے والے برکت کا سوال کرتی ہوں، اونٹ تو میرے بیٹے کا ہی ہے لیکن اس پر سوار میرا بیٹا نہیں ہے، وہ سوار اس کے پاس آ کر رکا، اس نے کہا:
اے امِ عقیل! بیٹے کی تعزیت ہو، اللہ تمہارا اجر زیادہ کرے
اس نے پوچھا: اللہ تم پر رحم کرے کیا وہ مر گیا؟
اس نے کہا: ہاں، پوچھا اس کی موت کیسے ہوئی؟
اس نے جواب دیا، کہ اونٹوں کا ہجوم اکٹھا ہو گیا تھا جس کی وجہ سے وہ کنویں میں گر گیا۔
یہ سن کر اس عورت نے سوار سے کہا، اترو تا کہ ان لوگوں کی مہمان نوازی کا حق ادا کر سکیں، اس نے بھیڑ اسے دی اس نے ذبح کر کے پکا کر کھانا ہمارے سامنے پیش کر دیا، ہم نے کھانا کھایا اور اس عورت کے صبر پر حیران ہوئے۔
جب ہم کھانا کھا چکے تو وہ ہمارے پاس آئی اس نے پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی کو قرآن مجید اچھی طرح آتا ہے؟ میں نے کہا ہاں، اس نے کہا مجھے کچھ ایسی آیات سناؤ جن سے مجھے اپنے بیٹے کے اس غم میں تسلی ملے، میں نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
بشر الصابرین الذین اذا اصابتهم مصیبة قالوا انا لله و انا الیه راجعون اولئك علیهم صلوات من ربهم و رحمة و اولئك هم المهتدون
خوشخبری دو ان صبر کرنے والوں کو جن پر جب کوئی مصیبت پڑی تو کہنے لگے بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کے حضور پلٹ کر جانے والے ہیں یہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی طرف سے صلوٰۃ اور رحمت ہے، اور یہی لوگ ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں۔
یہ سن کر اس نے کہا: تمہیں اللہ کی قسم! بتاؤ کیا اللہ کی کتاب میں یہ آیات ہیں؟
میں نے کہا قسم بخدا، کتاب اللہ میں یہ آیات اسی طرح ہیں۔
یہ سن کر اس نے ہمیں سلام کیا اور، قدم جوڑ کر نماز پڑھنے لگی چند رکعات نماز پڑھ کر

خدا سے مخاطب ہوئی:

اے اللہ! جس کا تو نے مجھے حکم دیا میں نے وہ کام کیا اب جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اسے میرے لیے پورا کر۔

اس کے بعد اس نے کہا اگر کوئی کسی کے لیے باقی رہتا۔۔۔میں نے سوچا کہ اس کے بعد وہ کہے گی کہ میرا بیٹا میری خاطر باقی رہتا لیکن اس نے کہا: اگر کوئی کسی کے لیے باقی رہتا تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ اپنی امت کے لیے باقی رہتے۔۔۔

حکایت ہے کہ ایک عورت کا بیٹا مر گیا تو اس نے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اس بارے میں اسے کچھ کہا گیا تو اس نے جواب دیا میں نے شیطان کی پیروی کی بجائے اللہ کی اطاعت کو اختیار کیا۔

باب ثالث

الرضا

(اللہ تعالیٰ کے ہر کام پر راضی رہنا)

لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰكُمْ

تا کہ تم اس پر افسوس نہ کرو جو تم سے جاتا رہا اور نہ اس پر شیخی بگھارو جو اس نے تمہیں عطا کیا۔

رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ

اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

(رضا سے مراد اللہ کے ہر کام پر اور تقدیر پر راضی رہنا اور سر تسلیم خم کرنا ہے)

یہ بات جان لیں کہ رضا اللہ سے محبت کا ثمر ہے، جو کسی سے محبت کرتا ہے اس کے کام کو بھی پسند کرتا ہے اور محبت معرفت کا ثمر ہے۔ کیونکہ جو شخص کسی انسان سے اس وجہ سے محبت کرتا ہے کہ اس میں کچھ باکمال صفات اور حسن و جمال وغیرہ پائے جاتے ہیں تو جیسے جیسے اس کی معرفت اور خصوصیات کا علم بڑھتا ہے اس کی محبت بھی بڑھتی جاتی ہے چاہے یہ معرفت صرف تصور کر کے ہی کیوں نہ حاصل ہو۔

پس جو شخص بصیرت کی آنکھ سے اللہ کے جلال و کمال کا مشاہدہ کرتا ہے وہ اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرۃ:۱۶۵)

وہ لوگ جو ایمان لائے وہ خدا کے ساتھ سب سے زیادہ محبت رکھتے ہیں۔

اور جو اس سے محبت کرتا ہے اس کے ہر کام کو پسند کرتا ہے اور اسے ہی رضا کہتے ہیں۔

پس رضا معرفت کے ثمرات میں سے ایک ہے۔ بلکہ ہر کمال معرفت کا ہی ثمر ہوتا ہے، جب کمال معرفت کی شاخ ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو تصور کریں تو اسکی وجہ سے لازماً امید اور رجاء پیدا ہوتی ہے اس کی ہیبت کے تصور سے خشوع اور ڈر لازم آتا ہے۔ اس تک نہ پہنچنے کی صورت میں شوق پیدا ہوتا ہے اور پہنچنے کی صورت میں اُنس اور جب اُنس بڑھے تو انبساط بن جاتا ہے اور جب اسکی عنایات دیکھی جائیں تو توکل پیدا ہوتا ہے اور جب اس کے

ہر کام سے محبت کی جائے اور اسے بہتر سمجھا جائے تو رضا پیدا ہوتی ہے، اور جب اس کے کمال کے سامنے اپنی نا قابلیت کو دیکھا جائے اور اپنی ذات پر اس کے احاطے اور قدرت کو دیکھا جائے تو تسلیم پیدا ہوتی ہے، اور اسی تسلیم سے بہت سے عظیم مقامات پر انسان پہنچتا ہے، صاحبانِ معرفت کو اس کی پہچان ہے اور ہر کمال کی انتہاء اس پر ہوتی ہے۔

رضا انسان کے لیے ایک عظیم فضیلت ہے بلکہ تمام فضیلتیں اسی کی طرف لوٹتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی فضیلت کی طرف اشارہ کیا ہے اور اسے اپنی رضا کے ساتھ جوڑ دیا ہے اور اپنی رضا کی علامت قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ

وہ اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ ان سے راضی ہوا۔

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ (التوبۃ: ۷۲)

اور اللہ کی طرف سے رضامندی سب سے بڑی (نعمت) ہے

یہ اللہ تعالیٰ کے کرم اور احسان کی انتہاء ہے۔

نبی اکرمؐ نے رجاء (اللہ تعالیٰ سے امید) کو ایمان کی دلیل قرار دیا ہے، جب آپؐ نے اصحاب کے ایک گروہ سے پوچھا کہ تم کون ہو؟

انہوں نے جواب دیا ہم مومنین ہیں

آپؐ نے پوچھا: تمہارے ایمان کی علامت کیا ہے؟

انہوں نے کہا: ہم مصیبت و امتحان میں صبر کرتے ہیں اور آسانی اور آسودگی میں شکر بجا لاتے ہیں اور قضاء کے موقعوں پر راضی رہتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: رب کعبہ کی قسم! تم مومن ہو

آپؐ فرماتے ہیں:

جب اللہ کسی بندے کو پسند کرتا ہے تو اسے امتحان میں مبتلاء کرتا ہے اگر وہ صبر کرے تو اسے منتخب کر لیتا ہے اور اگر راضی رہے تو اسے چن لیتا ہے۔

رسول اللہؐ فرماتے ہیں:

جب روزِ قیامت ہو گا تو اللہ تعالیٰ میری امت میں سے ایک گروہ کو پَر عطا کرے گا، وہ اپنی قبروں سے جنت کی طرف پرواز کریں گے اور اس میں گھومیں پھریں گے، اور جیسے چاہیں گے اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔

ملائکہ ان سے کہیں گے: کیا تم نے حساب کتاب دیکھا؟

وہ کہیں گے: نہیں ہم نے حساب کتاب نہیں دیکھا۔

ملائکہ پوچھیں گے: کیا تم صراط سے گزرے؟

وہ جواب دیں گے: ہم نے صراط کو نہیں دیکھا۔

ملائکہ پوچھیں گے: کیا تم نے جہنم دیکھی؟

وہ جواب دیں گے: ہم نے کوئی شئے نہیں دیکھی.

ملائکہ ان سے کہیں گے: تم کس کی امت میں سے ہو؟

وہ جواب دیں گے: ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے ہیں۔

ملائکہ کہیں گے: خدا کے لیے ہمیں بتاؤ کہ دنیا میں تمہارے اعمال کیا تھے؟

وہ جواب دیں گے کہ دو خصلتیں ہم میں تھیں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے صدقے ہمیں اس منزلت پر پہنچایا۔

ملائکہ پوچھیں گے: وہ دو خصلتیں کونسی ہیں؟

وہ جواب دیں گے: (۱) جب ہم خلوت میں ہوتے تھے تو ہمیں شرم آتی تھی کہ اسکی معصیت و نافرمانی کریں۔ (۲) اور اُس تھوڑے پر راضی رہتے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے مقرر کیا تھا۔

پس ملائکہ کہیں گے: یہ مقام و منزلت تمہارا حق ہے۔

آپؑ فرماتے ہیں:

اپنے دلوں کی رضا اللہ کو دو گے تو فقر و افلاس کے دن اس کے ثواب کو پانے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

جناب موسیٰؑ کے حالات میں ہے کہ:

لوگوں نے آپؑ سے کہا کہ اپنے رب سے ہمارے لیے ایسی چیز کے بارے میں

سوال کریں کہ جو ہم کریں تو وہ ہم سے راضی ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے جناب موسیٰ کی طرف وحی کی کہ ان سے کہو کے وہ مجھ سے راضی ہو جائیں تا کہ میں ان سے راضی ہو جاؤں۔

اسی طرح ہمارے نبی اکرمؐ سے مروی ہے کہ:

جو شخص یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ اللہ کے نزدیک اس کا کیا (مقام ومنزلت) ہے تو اسے دیکھنا چاہیے کہ اس کے نزدیک اللہ کے لیے کیا (مقام) ہے بے شک اللہ تعالیٰ بندے کو اپنے نزدیک اسی مقام پر قرار دیتا ہے جس طرح بندہ اس کو اپنے نزدیک قرار دیتا ہے۔

جناب داؤدؑ سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

میرے اولیاء کا دنیا کے رنج وغم سے کیا تعلق؟ بے شک (دنیا کا) رنج وغم ان کے دلوں سے میری مناجات کی مٹھاس کو ختم کر دیتا ہے۔

اے داؤد! میری اولیاء سے محبت اس لیے ہے تا کہ وہ روحانی بن جائیں اور رنج و غم نہ کریں۔

جناب موسیٰؑ نے سوال کیا کہ:

اے میرے رب! ایسے کام کی طرف میری رہنمائی کر جس میں تو مجھ سے راضی ہو، تا کہ میں اسے انجام دوں۔

اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ میری رضا تیری ناپسندیدگی میں ہے جبکہ تو جسے ناپسند کرتا ہے اس پر صبر نہیں کرتا۔

آپؑ نے کہا: اے رب! میری رہنمائی فرما۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میری قضاء پر تمہارے راضی رہنے میں میری رضا ہے۔

جناب موسیٰؑ نے مناجات کی کہ اے رب! مخلوق میں سے کون تجھے سب سے زیادہ پسند ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے وہ پسند ہے کہ جس کے حبیب (پیارے) کو میں لے لوں تو وہ مجھ سے مصالحت کرے (خفا نہ ہو)۔

آپؑ نے پوچھا: مخلوق میں سے کون ہے جس پر تو ناراض ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ شخص جو مجھ سے کسی کام کے بارے میں استخارہ کرے اور جب میں اس کے بارے میں فیصلہ کروں تو میری قضاء پر ناراض ہو جائے۔

اس سے زیادہ سخت روایات بھی مروی ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

میں اللہ ہوں، کوئی معبود نہیں ہے سوائے میرے، جو میرے امتحان پر صبر نہیں کرتا اور میری قضاء پر راضی نہیں اسے چاہیے کہ میرے علاوہ کسی اور رب کو اختیار کرلے۔

مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جناب داوؑدؑ کی طرف وحی کی کہ:

اے داوؑد! تو ارادہ کرتا ہے اور میں بھی ارادہ کرتا ہوں اور ہوتا وہی ہے جو میں ارادہ کرتا ہوں۔ پس اگر جس کا میں ارادہ کروں اس کو تو تسلیم کرلے تو جو تو چاہتا ہے میں اسے پورا کردوں گا (تجھے غنی کردوں گا) اور جس کا میں ارادہ کروں اگر تو نے اسے تسلیم نہ کیا تو جس کا تو ارادہ کرے گا میں تمہیں اس میں تھکادوں گا اور صرف وہی ہوگا جو میں چاہتا ہوں۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ:

روزِ قیامت جنہیں جنت کی طرف سب سے پہلے پکارا جائے گا وہ ایسے لوگ ہوں گے جو ہر حال میں اللہ کی حمد کرتے ہیں۔

ابن مسعود کہتے ہیں کہ:

اگر میں جلتے ہوئے انگارے کو زبان سے چاٹوں اور وہ جسے جلائے جلائے اور جسے نہ جلائے نہ جلائے، یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس بات سے کہ میں کسی شئے کے بارے میں جو ہو چکی ہو کہوں کہ کاش وہ نہ ہوتی اور جو شئے نہ ہوئی ہو اس کے بارے میں کہوں کہ کاش ہو جاتی۔

ابو درداء سے مروی ہے کہ:

ایمان کی بلندی حکم پر صبر اور تقدیر پر راضی رہنے میں ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور جلال سے راحت وسکون اور خوشی کو رضا و یقین میں قرار دیا ہے اور غم وحزن کو شک اور ناراضگی میں قرار دیا ہے۔

امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں:

زہد کے دس حصے ہیں، زہد کا اعلیٰ درجہ ورع (پرہیزگاری) کا ادنیٰ درجہ ہے اور ورع کا اعلیٰ درجہ یقین کا ادنیٰ درجہ ہے اور یقین کا اعلیٰ درجہ رضا کا ادنیٰ درجہ ہے۔

امام رضاؑ فرماتے ہیں:

رضا کی صفت یہ ہے کہ پسندیدہ اور ناپسندیدہ پر تم راضی رہو، اور رضا معرفت کے نور کی شعاع ہے۔۔۔۔۔

روایت ہے کہ:

جابر بن عبد اللہؓ انصاری آخری عمر میں نہات ضعیف اور کمزور ہو گئے، امام محمد باقرؑ ان کی عیادت کے لیے آئے، ان سے حال پوچھا تو جناب جابرؓ نے کہا میں ایسے حال میں ہوں کہ جوانی کے بجائے بڑھاپے کو، صحت کی بجائے مرض کو اور زندگی کی بجائے موت کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔

امام محمد باقرؑ نے یہ سن کر فرمایا: اے جابر! (جبکہ میں اس حال میں ہوں کہ) اگر اللہ مجھے مریض کرے تو میں مرض کو پسند کرتا ہوں اور اگر مجھے شفاء عطا کرے تو میں شفاء اور صحت کو پسند کرتا ہوں اور اگر مجھے موت دے تو موت کو پسند کرتا ہوں اور اگر باقی رکھے تو بقاء کو پسند کرتا ہوں۔

جب جابرؓ نے یہ بات سنی تو آپکے رخ اقدس کو بوسہ دیا اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ: (اے جابر) تم میرے ایک بیٹے کو پاؤ گے جس کا نام میرا نام ہوگا وہ علم کو اس طرح چیرے گا جیسے بیل زمین کو چیرتا ہے۔ اسی وجہ سے آپ کو باقر علم الاولین والآخرین کہتے ہیں یعنی علم کو کھولنے والا۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

اللہ کی اطاعت کا بلند ترین درجہ اس کے کام پر راضی رہنا اور صبر کرنا ہے (چاہے وہ کام) بندہ کو پسند ہو یا ناگوار ہو، جب بھی بندہ اللہ سے راضی رہتا ہے (اس بارے میں کہ) جو کام اسے پسند ہو یا ناگوار ہو تو (ان دونوں صورتوں میں) چاہے وہ کام اسے پسند

ہو یا نا گوار ہو وہ کام اس کے لیے خیر کا باعث ہوگا۔
امام جعفر صادقؑ کا فرمان ہے کہ:

لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ کے بارے میں وہ اعلم ہے جو اللہ کی قضاء پر سب سے زیادہ راضی ہو۔

آپؑ رسول اکرمؐ سے روایت کرتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے مومن بندے کو جس شئے (حال) میں رکھوں اسے اس کے لیے خیر بنا دیتا ہوں، پس اسے چاہیے کہ میری رضا پر راضی رہے میرے امتحان پر صبر کرے اور میری نعمات کا شکر ادا کرے، اے محمدؐ! (اگر اس نے ایسا کیا) تو میں اس کا نام اپنے پاس صدیقین میں لکھ دوں گا۔

اللہ تعالیٰ نے جناب موسیٰؑ کی طرف وحی کی کہ:

اے موسیٰ بن عمران! میں نے کوئی ایسی مخلوق نہیں بنائی جو مجھے اپنے مومن بندے سے زیادہ پیاری ہو، بے شک میں صرف اس وقت اسے امتحان و مصیبت میں ڈالتا ہوں جب وہ اس کے لیے بہتر ہو اور اس وقت اسے عافیت دیتا ہوں جب وہ اس کے لیے بہتر ہو اور اس وقت اس سے کوئی چیز لیتا ہوں جب ایسا کرنا اس کے لیے بہتر ہو، میرے بندے کی کس چیز میں مصلحت و بہتری ہے اسے میں زیادہ جانتا ہوں، پس اسے چاہیے کہ میرے امتحان پر صبر کرے میری نعمتوں پر شکر ادا کرے اور میری قضاء پر راضی رہے۔ میں اس کا نام اپنے پاس صدیقین میں لکھ دوں گا اگر وہ میری رضا پر عمل کرے اور میرے امر کی اطاعت کرے۔

امام جعفر صادقؑ سے پوچھا گیا کہ:

کس چیز سے مومن کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ وہ مومن ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اسے جو خوشی یا تکلیف پہنچے اس میں اللہ کے سامنے تسلیم و رضا کے ذریعے (مومن پہچانا جاتا ہے)۔

بنی اسرائیل کے واقعات میں سے ہے کہ ایک عابد تھا جس نے ایک طویل عرصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی، اس نے خواب میں دیکھا کہ فلاں عورت جنت میں اس کی ساتھی ہے، اس نے اس کے بارے میں پتہ چلایا اور اسے تین دن کے لیے مہمان بنایا تا کہ اس کے اعمال کو دیکھ سکے، وہ عابد شخص رات قیام کی حالت میں گزارتا اور وہ عورت سوتی رہتی، عابد سارا دن روزہ رکھتا اور وہ روزہ کے بغیر دن گزارتی، عابد نے اس سے پوچھا، جو میں نے دیکھا ہے اس کے علاوہ بھی کوئی تمہارا عمل ہے؟

اس نے کہا: قسم بخدا اس کے علاوہ کوئی عمل نہیں، نہ مجھے اس کے علاوہ کوئی علم ہے۔

عابد اس سے بار بار کہتا رہا کہ یاد کرو، یاد کرو، یہاںتک کہ اس نے کہا ایک چھوٹی سی خصلت ہے کہ جب میں شدت (مشکلات و پریشانیوں) میں ہوتی ہوں تو آسانی کی تمنا نہیں کرتی اور اگر بیماری کی حالت میں ہوں تو صحت کی تمنا نہیں کرتی اور اگر سورج کی گرمی میں ہوں تو سایہ کی تمنا نہیں کرتی، یہ سن کر عابد نے ہاتھ سر پر رکھ لیا اور کہا: یہ چھوٹی سی خصلت ہے؟ اللہ کی قسم! یہ بہت بڑی عظیم خصلت ہے جسے عابد بھی نہیں پا سکے۔

رضا کی قسمیں

رضا کے تین درجات ہیں:

پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان بلاء و مصیبت کو دیکھے اس کے درد و الم کو محسوس کرے لیکن اس پر راضی ہو بلکہ اس کی طرف راغب ہو اور اس کی عقل اسے چاہتی ہو، چاہے اس کی طبیعت اسے ناپسند ہی کیوں نہ کرے، ایسا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب، جنت اور درجات کی بلندی کے حصول کے لیے کرے، رضا کی یہ قسم رضائے متقین کہلاتی ہے، اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص طبیب کے پاس جائے فصد نکلوانے کے لیے (یا آپریشن کے لیے) ایسے طبیب کے پاس جائے جو اس کی مرضوں اور ان کے علاج سے واقف ہو۔ اب اسے اس دوران تکلیف اور درد محسوس ہوگا لیکن وہ اس کام پر راضی ہوگا اور اس کی طرف راغب ہوگا اور اس طبیب کے اس کام پر اس کا مشکور اور احسان مند ہوگا۔

اس کی ایک اور مثال یہ ہے کہ تاجر وغیرہ جو نفع حاصل کرنے کی خاطر مشقت بھرا سفر کرتے ہیں لیکن اس سفر کے ثمر (نفع) سے محبت کی وجہ سے ان کے لیے سفر کی مشقتیں آسان ہو جاتی ہیں اور ان پر راضی ہوتے ہیں۔ اسی طرح خدا کی طرف سے جتنی بھی آفات و بلیات پہنچیں، انہیں یقین ہوتا ہے کہ جو ثواب اللہ نے ان کے لیے ذخیرہ کر رکھا ہے وہ اس تکلیف کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے، اس لیے وہ اس پر راضی ہوتے ہیں اس کی طرف راغب ہوتے ہیں اور اسے پسند کرتے ہیں۔

رضا کا دوسرا درجہ یہ ہے کہا وہ درد و الم کو محسوس کرے لیکن اسے پسند بھی کرے کیونکہ اس کے محبوب کی رضا اور مراد اس میں ہے۔ کیونکہ جس شخص پر محبت کا غلبہ ہو اس کا مطلوب و مقصود محبوب کی رضا ہوتی ہے۔ مخلوق کی محبت میں ایسا مشاہدے میں آیا ہے، اور شاعروں نے اسے نظم و نثر میں ذکر کیا ہے، یہ محبت بس اس ظاہری بصارت کے سبب سے ہے، یہ جمال کچھ بھی نہیں سوائے جلد و خون کے جو گندگی و ناپاکی سے بھری ہوئی ہے، جس کی ابتداء نطفہ اور انتہاء مردار ہے اور اس دوران وہ نجاست کو اٹھانے والا ہے اس کمتر

جمال کو دیکھنے والی کمتر آنکھ ہے جو اکثر غلطی کر جاتی ہے، چھوٹے کو بڑا اور بڑے کو چھوٹا، دور کو قریب اور قبیح کو جمیل سمجھ بیٹھتی ہے۔

اگر یہ محبت انسان کے حواس پر ایسے حاوی ہو جاتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے جمال ازلی و ابدی کی محبت جو بصیرت کی آنکھ سے دیکھا جاتا ہے جس میں غلطی کی گنجائش نہیں، ناممکن نہیں کہ اس کا اثر اس سے بھی زیادہ ہو، اس مرتبہ کو مرتبۃ المقربین کہتے ہیں۔

رضا کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ درد و الم محسوس ہی نہ ہو، تکلیف دہ چیز کا اسے احساس ہی نہ ہو، اسے زخم پہنچے لیکن درد نہ ہو۔

اس کی مثال یہ ہے کہ جنگجو مرد غصے اور غضب کی حالت میں یا خوف کی حالت میں زخم کھاتا بھی ہے تو اسے محسوس نہیں ہوتا، خون دیکھ کر اسے پتہ چلتا ہے کہ کہیں زخم لگا ہے، بلکہ کسی مشکوک کام پر جانے والے شخص کے پاؤں میں کانٹا چبھ جائے تو اسے بھی محسوس نہیں ہوتا، کیونکہ اس کا دل کسی اور طرف مشغول ہوتا ہے اس طرف اس کی توجہ ہی نہیں ہوتی۔۔۔ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ جب دل کسی شئے کے خیال میں کھو جائے تو اسے اس کے علاوہ کچھ محسوس ہی نہیں ہوتا۔۔۔(اسی طرح جو خدا کی محبت میں مشغول ہو جاتے ہیں انہیں درد و الم، تکلیف و مشکلات کا احساس ہی نہیں ہوتا)۔

رضائے خدا پر راضی رہنے والے

جب جناب ایوبؑ کا امتحان سخت ہوا تو ان کی زوجہ نے کہا کہ آپ اپنے رب سے دعا کیوں نہیں کرتے؟ تا کہ وہ آپکی تکلیف کو دور کر دے۔ آپؑ نے جواب دیا: میں نے ستر سال آسائشوں اور حکمرانی میں بسر کیے ہیں میں چاہتا ہو کہ اتنے ہی سال میں امتحان و تکلیف میں گزاروں۔ امید ہے کہ میں نے اپنے اوپر خدا کی طرف سے نعمات کا شکر ادا کیا ہو گا۔ پس میرے لیے بہتر ہے کہ اس کی طرف سے امتحان پر صبر بھی کروں۔

روایت ہے کہ جناب یونسؑ نے جبریلؑ سے کہا: مجھے بتائیں کہ اہلِ زمین میں سب سے عبادت گزار کون ہے؟

جبریلؑ نے آپ کو ایک شخص کے بارے میں بتایا جس کے ہاتھ پاؤں جذام کی وجہ سے کٹ گئے تھے اور اس کی سماعت و بصارت بھی ختم ہو چکی تھی لیکن وہ کہہ رہا تھا:

اے میرے معبود! تو نے جتنا چاہا مجھے اتنی دیر ہاتھ پاؤں اور آنکھ و کان عطا کیے اور جب چاہا لے لیے اور اپنے بارے میں مجھ میں امید باقی رکھی، اے بہت زیادہ احسان کرنے والے، اے عنایات کرنے والے!

روایت ہے کہ جناب عیسیٰؑ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو اندھا تھا، برص زدہ تھا، چلنے پھرنے سے معذور تھا اور اس کے جسم کے دونوں طرف فالج تھا، جذام کی وجہ سے اس کا گوشت گل سڑ چکا تھا، وہ شخص کہہ رہا تھا:

حمد ہے اس اللہ کی جس نے مجھے اس چیز سے بچایا جس میں کثیر مخلوق مبتلاء ہے۔

یہ سن کر جناب عیسیٰؑ نے فرمایا: اے شخص کونسی مصیبت ہے جسے میں تجھ میں نہیں دیکھ رہا؟ اس نے جواب دیا: اے روح اللہ! میں اُس شخص سے بہتر ہوں جس کے دل میں اللہ تعالٰی نے وہ چیز نہیں قرار دی جو میرے دل میں قرار دی ہے یعنی اپنی معرفت۔

یہ سن کر آپؑ نے فرمایا: اپنا ہاتھ بڑھاؤ، اس نے ہاتھ پکڑا دیا، اچانک وہ سب سے

خوبصورت چہرے اور بہترین حالت والا ہو گیا، اور اس میں جو کچھ بیماریاں تھیں اللہ نے اس سے دور کر دیں اور اس نے جناب عیسیٰؑ کی صحبت اختیار کر لی اور ان کے ساتھ عبادت کرنے لگ پڑا۔

ایک شخص کہتا ہے کہ میں عبادان نامی قصبہ میں گیا وہاں ایک نابینا، مجذوم، پاگل شخص تھا جسے دورہ پڑا ہوا تھا اور چیونٹیاں اس کا گوشت کھا رہی تھیں، میں نے اس کا سر اٹھا کر جھولی میں رکھا اور ورد پڑھنے لگ لگا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس نے کہا:
یہ کون فضول شخص ہے؟ جو میرے اور میرے رب کے درمیان دخل اندازی کر رہا ہے۔ مجھے اس کے حق کی قسم اگر وہ خدا مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دے تو بھی میرے (دل میں) صرف اس کی محبت (ہی) زیادہ ہوگی۔

اسی طرح بعض عرفاء سے منقول ہے کہ میں نے ہر مقام کو پایا ہے سوائے رضا بقضاء (قضاء پر راضی رہنے) کے، میں نے اس مقام کی صرف خوشبو سونگھی ہے، لیکن پھر بھی اس کا اتنا اثر ہے کہ اگر اللہ تمام مخلوق کو جنت اور مجھے جہنم میں داخل کر دے تو میں اس پر راضی رہوں گا۔

اسی طرح ایک اور عارف کہتے ہیں کہ اگر اللہ مجھے جہنم کا پل بنا دے اور تمام خلائق میرے اوپر سے گزر کر جنت میں داخل ہو جائیں اور اس کے بعد اللہ مجھے جہنم میں پھینک دے تو میں اس کے حکم کو پسند کروں گا اور اس پر راضی رہوں گا۔۔۔

ایک عارف شخص ساٹھ سال کی عمر میں شدید بیمار تھا، جب اس کی تکلیف شدید ہوئی تو اس کے بیٹے اکٹھے ہوئے انہوں نے پوچھا: کیا اس درد اور تکلیف سے چھٹکارے کے لیے موت چاہتے ہیں؟

اس نے جواب دیا: نہیں

انہوں نے پوچھا: تو پھر کیا ارادہ رکھتے ہیں؟

اس نے کہا میں کوئی ارادہ نہیں رکھتا، میں تو صرف غلام ہوں، غلام کے بارے میں ارادہ تو سردار اور مالک کا ہوتا ہے، اسی کا امر حکم ہوتا ہے۔

فتح موصلی شدید مرض میں مبتلاء ہوئے، اور مرض کے ساتھ ساتھ غربت اور مشقت کا سامنا بھی کرنا پڑا، انہوں نے کہا:

الٰہی وسیدی! تو نے مجھے مرض اور فقر میں مبتلاء کیا، ایسا تو تو انبیاء و مرسلین کے ساتھ کرتا ہے میں کیسے شکر ادا کروں اس نعمت کا جو تو نے مجھ کو عطا کی۔۔

کچھ دُعا کے بارے میں

دعاء بلاؤں کو ٹالتی ہے، مرض کو ختم کرتی ہے اولاد کی محافظت کرتی ہے، دعاء مانگنا رضاء وتسلیم کے منافی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں دعاء کا حکم دیا ہے، اور دعاء مانگنے کی ترغیب دی ہے اور دعاء نہ مانگنے کو تکبر قرار دیا ہے اور دعاء کو عبادت قرار دیا ہے، انبیاء و ائمہؑ نے دعائیں مانگیں ہیں، اور دعاء مانگنے کا حکم بھی دیا ہے، جو ان سے دعائیں منقول ہوئی ہیں وہ حساب سے باہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے دعاء مانگنے والوں کی تعریف کی ہے۔

وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا (الانبیاء، ۹۰)

اور وہ ہمیں امید اور خوف سے پکارتے ہیں۔

دعاء مانگنے والے کو چاہیے کہ اس کا دعاء مانگنا اللہ کے حکم کی تعمیل میں ہو اور ان چیزوں کے لیے دعا مانگی جائے جس کا اس نے حکم دیا، اور یہ بھی ذہن میں رکھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعاء مانگنے کا اذن اور حکم نہ ہوتا تو وہ کبھی بھی اس کی قضاء وتقدیر کی مخالفت کا سوال نہ کرتا۔ رضا کے مقامات سے واقف افراد جانتے ہیں کہ درحقیقت دعاء مانگنا رضا کی ہی ایک قسم ہے، اس کی علامات میں سے یہ ہے کہ جب دعاء قبول نہ ہو تو انہیں تکلیف نہیں پہنچتی، کیونکہ ممکن ہے کہ جس شئے کی دعاء مانگی جائے اس میں کوئی ایسا نقصان ہو جسے صرف خدا ہی جانتا ہو، جس طرح روایت میں آیا ہے کہ ایک بندہ کسی شئے کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے اتنی دعاء کرتا ہے کہ ملائکہ تک کو اس پر رحم آجاتا ہے اور وہ کہتے ہیں الٰہی! اپنے مومن عبد پر رحم فرما اور اس کی دعاء کو قبول فرما، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اس پر (اس شئے کے بارے میں دعاء قبول کر کے) کیسے رحم کروں جبکہ میں (اس شئے کے بارے میں اس کی دعاء قبول نہ کر کے) اس پر رحم کر رہا ہوں؟

ہاں! اگر دعاء قبول نہ ہونے پر اسے اس وجہ سے پریشانی ہو کہ اس کی دعاء شاید اس وجہ سے قبول نہیں ہوئی کیونکہ وہ بارگاہِ خداوندی سے دور ہے یا وہ (اپنے گناہوں کی وجہ سے) سزاء اور عدم قبولیت کا مستحق ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ مومن کا کمال

اس میں ہے کہ وہ ہر وقت اپنے نفس کو کوستا رہے۔ حتیٰ کہ اگر اس کی دعاء قبول ہو جائے تب بھی یہ گمان نہ کرے کہ اس کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا مقام ہے اور اس کا مقرب ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس کی دعاء اس وجہ سے قبول ہوئی ہو کیونکہ اللہ اسے ناپسند کرتا ہو اور اس کی آواز کو سننا پسند نہ کرتا ہو، ملائکہ کو اس کی بو سے اذیت ہوتی ہو اور وہ اللہ سے دعاء کرتے ہوں کہ الٰہی اس کی دعاء جلدی سے پوری کر دے تا کہ ہمیں اس کی اذیت سے نجات ملے۔

اسی طرح کبھی کبھی دعاء کی قبولیت میں تاخیر اس وجہ سے ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے پسند کرتا ہے اور ملائکہ اس کی آواز سے محبت کرتے ہیں اور اس کی مناجات سن کر محظوظ ہوتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ اس کی دعاء دیر سے قبول کرنا (تا کہ ہم اس کی آواز سنتے رہیں) جس طرح روایات میں یہ بات وارد ہوئی ہے، مومن کو ہمیشہ خوف اور امید کے درمیان ہونا چاہیے، اسی سے اعمال قائم رہتے ہیں اور گناہوں سے بچا جاتا ہے اور اطاعت کی طرف رغبت ہوتی ہے۔

کیا رونا رضا کے منافی ہے؟

یہ بات بھی معلوم ہونی چاہیے کہ رونا صبر اور رضا کے منافی نہیں ہے بلکہ یہ انسانی فطرت اور جبلت میں ہے اور رحم دلی کی وجہ سے رویا جاتا ہے۔ اس لیے اس رحم دلی کے اظہار میں اور آنسو بہانے میں کوئی حرج نہیں جب تک اس کے ساتھ ایسا کوئی فعل یا بات شامل نہ ہو جو اللہ کی ناراضگی کا سبب بنے یا بے صبری کا اظہار بنے اور اجر کو ضائع کر دے۔ جیسے (اپنے کسی عزیز کے غم میں) کپڑے پھاڑ دینا، چہرے پر طمانچے مارنا یا زانو پر ہاتھ مارنا وغیرہ۔۔۔

مصائب میں رونا نبی اکرمؐ سے منقول ہے، بلکہ جناب آدمؑ سے لے کر آپؐ کی آلؑ واصحاب کا رضا و صبر اور ثابت قدمی کے ساتھ ساتھ رونا بھی مروی ہے۔

سب سے پہلے جس نے گریہ کیا وہ جناب آدمؑ ہیں جنہوں نے اپنے بیٹے ہابیلؑ پر گریہ کیا، اور مشہور مرثیہ اس کے غم میں پڑھا، اور بہت عرصہ اس کے غم میں غمگین رہے، اگر کسی سے یہ بات مخفی ہو تو جناب یعقوبؑ کا رونا تو مخفی نہیں رہ سکتا جو کہ یوسفؑ پر اتنا روئے کہ ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں۔

مشہور روایات میں امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ امام زین العابدینؑ اپنے بابا پر چالیس سال روئے، اس حالت میں کہ آپ دن کو روزہ اور رات کو قیام کرتے تھے، جب افطار کا وقت ہوتا اور غلام کھانا پانی لے کر آتا اور آپ کے سامنے رکھتا اور کہتا مولا! کھانا تناول فرمائیں، تو آپؑ فرماتے: ابن رسول اللہؐ کو بھوکا قتل کر دیا گیا، ابنؑ رسول اللہ کو پیاسا مارا گیا، یہ جملے دہراتے رہتے اور اتنا روتے کہ کھانا آپؑ کے آنسوؤں سے تر ہو جاتا، آپ اسی حال میں رہے یہاں تک کہ بارگاہِ خداوندی میں پہنچے۔

آپؑ کے غلاموں سے ایک روایت کرتا ہے کہ ایک دن آپؑ صحراء میں گئے تو میں آپؑ کے پیچھے گیا میں نے آپ کو ایک کھردرے پتھر پر سجدہ کرتے ہوئے پایا، میں رک گیا اور آپؑ کے گریہ اور چیخ و پکار کو سننے لگ پڑا، میں نے گنا تو آپ نے ہزار دفعہ یہ کہا کہ

لا الہ الا اللہ حقا حقا. لا الہ الا اللہ تعبدا و رقا. لا الہ الا اللہ ایمانا و صدقا.

اس کے بعد آپ نے سر سجدے سے اٹھایا تو آپ کا چہرہ اور ریش مبارک آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں سے تر ہو چکی تھی، میں نے کہا:

اے میرے آقا! کیا آپ کے غم کے لیے (ایسا) وقت نہیں آیا جب وہ ختم ہو اور آپ کا گریہ کم ہو؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ تم پر رحم کرے، یعقوبؑ نبی تھے، نبی کے بیٹے تھے، نبی کے پوتے تھے۔ آپ کے بارہ بیٹے تھے، ان میں سے ایک کو اللہ نے غائب کر دیا، تو غم کی وجہ سے ان کا سر سفید ہو گیا اور غم کی وجہ سے ان کی کمر جھک گئی اور گریہ کی وجہ سے بصارت چلی گئی۔ جبکہ ان کا بیٹا اس جہانِ فانی میں زندہ تھا۔ جبکہ میں نے اپنے بابا، اپنے بھائی اور اور اپنی اہلبیتؑ میں سے سترہ افراد کو (زمین پر) پڑے ہوئے مقتول دیکھا، تو پھر میرا غم کیسے ختم ہو؟ اور میرا گریہ کیسے کم ہو؟

اور رسول اکرمؐ کے بارے میں منقول ہے کہ جب آپ کے فرزند جناب ابراہیمؑ کی وفات ہوئی تو آپؐ نے گریہ کیا اور جب کسی نے اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا:

آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور دل غمگین ہوتا ہے (لیکن) ہم ایسی بات (زبان سے) نہیں کہتے جو رب کی ناراضگی کا باعث بنے۔

اسی طرح جب آپؐ نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی تب بھی آپؐ نے گریہ فرمایا جس کی وجہ سے باقی اصحاب بھی رو پڑے۔

اور جب آپؐ کے صحابی عثمان بن مظعونؓ کی وفات ہوئی تو آپؐ نے ان کے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کافی دیر تک گریہ کیا اور جب ان کی میت اٹھائی گی تو آپ نے فرمایا:

اے عثمان! تمہارے لیے طوبیٰ ہے، نہ دنیا نے تمہیں پہنا نہ تم نے اسے پہنا۔۔۔

اسی طرح جناب جعفرؓ بن ابی طالبؑ کی شہادت پر آپؐ نے ان کی زوجہ اسماء سے فرمایا کہ ان کے بچوں کو میرے پاس لاؤ، آپ نے بچوں کو گلے سے لگایا انہیں سونگھا آپ کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔ اس وقت اسماء نے پوچھا: کیا جعفرؓ شہید ہو گئے ہیں؟

آپ نے فرمایا: ہاں آج شہید ہو گئے ہیں۔

اسی طرح جناب زید بن حارثہؓ کی شہادت پر آپ نے بہت دیر تک گریہ کیا، آپ جناب زید کے گھر گئے ان کی چھوٹی بچی باہر نکلی جب اس نے رسول اللہ کو دیکھا تو اس نے اپنا چہرہ نوچ لیا، آپؐ دھاڑیں مار کر روئے، آپ سے کہا گیا کہ یہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: یہ حبیب کا حبیب کے لیے شوق ہے۔

اسی طرح سعد بن معاذ کی وفات پر آپؐ نے گریہ کیا۔

اور جناب حمزہ کی وفات پر بھی آپ نے حسرت سے فرمایا کہ اُن پر رونے والا کوئی نہیں، تو انصار کی عورتوں نے آ کر ان پر گریہ کیا، جس پر آپؐ نے انہیں دعاء دی۔

اس کے علاوہ بہت سے مقامات کا تاریخ میں ذکر ہے جہاں پر آپؐ نے گریہ کیا اور آنسو بہائے۔۔۔۔

شیخ طوسی نے اپنی کتاب تہذیب میں امام جعفر صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ:

ابراہیم خلیل الرحمن نے اپنے رب سے سوال کیا کہ وہ انہیں ایک بیٹی عطا کرے جو اُن کی موت کے بعد ان پر روئے۔

البتہ اپنے عزیزوں کی موت کے غم میں چہرہ پیٹنا، ہاتھ پر ہاتھ مارنا، بال نوچنا، بہت زیادہ چیخ و پکار کرنا، زانو اور سینہ پر ہاتھ مارنا یہ سب امور صبر و رضا کے منافی ہیں اور روایات میں انہیں مذموم قرار دیا گیا ہے اور یہ امور اجر کو ضائع کر دیتے ہیں، البتہ اپنے عزیز کے غم میں ایسے غمگین اشعار پڑھنا جن میں مرحوم کی خوبیاں ذکر ہوں اور اچھے الفاظ ہوں اور جھوٹ نہ بولا جائے یہ جائز ہے جس طرح جناب سیدہ زہراؑ نے اپنے بابا کی قبر پر اشعار پڑھے، اور جناب حمزہ پر نوحہ پڑھا گیا، جناب ام سلمہ نے مرثیہ پڑھا، امام محمد باقرؑ وصیت کر گئے کہ حج کے موقع پر دس سال ان پر غم منایا جائے اور مرثیے پڑھے جائیں۔

کلماتِ استرجاع

انا للہ وانا الیہ راجعون

مصیبت کے وقت کلماتِ استرجاع (انا للہ وانا الیہ راجعون) پڑھنا مستحب ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۣ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝

خوشخبری دو اُن صبر کرنے والوں کو جن پر جب کوئی مصیبت پڑی تو کہنے لگے بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کے حضور پلٹ کر جانے والے ہیں یہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی طرف سے عنائتیں اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں۔

نبی اکرمؐ فرماتے ہیں:

جس میں چار چیزیں ہوں وہ اللہ کے نورِ اعظم میں ہوگا، جس کے امرِ (دنیا و آخرت) کی حفاظت لا الہ الا اللہ کی شہادت اور یہ (شہادت) ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور جسے جب مصیبت پہنچے تو کہے: انا للہ وانا الیہ راجعون اور جسے جب خیر اور بھلائی پہنچے تو کہے الحمد للہ اور جب خطا سرزد ہو تو کہے: استغفر اللہ ربی واتوب الیہ۔

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں:

جس مومن کو بھی دنیا میں کوئی مصیبت پہنچے اور وہ استرجاع (انا للہ وانا الیہ راجعون) پڑھے اور جب اسے اچانک مصیبت پہنچے تو صبر کرے تو اللہ اس کے سابقہ گناہ معاف کر دے گا سوائے (اُن) گناہانِ کبیرہ کے جن پر اللہ نے جہنم واجب قرار دی ہے اور عمر بڑھنے کے ساتھ مستقبل میں جب بھی (اُس) مصیبت کو یاد کر کے استرجاع (انا للہ وانا الیہ راجعون) پڑھے اور اللہ عزوجل کی حمد کرے تو اللہ اس کے ہر اس گناہ کو معاف کر دے گے جو اس نے پہلے استرجاع اور دوسرے استرجاع کے درمیان کیے ہوں گے سوائے گناہانِ کبیرہ کے۔

جبکہ کلینی نے امام باقرؑ سے روایت نقل کی ہے جس میں گناہانِ کبیرہ کو بھی مستثنیٰ نہیں

کیا گیا۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

جس نے مصیبت کو یاد کیا چاہے کچھ عرصہ بعد ہی اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور الحمد للہ رب العالمین کہا اور کہا اے اللہ مجھے اس مصیبت کا اجر عطا فرما اور اس سے افضل (نعم البدل) عطا فرما، تو اسے اتنا ہی اجر ملے گا جتنا ابتدائی صدمہ کے وقت ملا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

جب کسی بندے کا بیٹا فوت ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ ملائکہ سے فرماتا ہے: تم نے میرے عبد کے بیٹے (کی جان) قبض کی؟

وہ جواب دیتے ہیں: جی ہاں،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم نے اس کے دل کے ثمر (لختِ جگر) (کی روح) قبض کی؟

وہ کہتے ہیں: جی ہاں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے کیا کہا؟

وہ جواب دیتے ہیں: اس نے تیری حمد کی اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے کے لیے جنت میں گھر بناؤ اور اس کا نام بیت الحمد رکھ دو۔

تعزیت کرنا

لواحقینِ میت کے پاس تعزیت کرنا مستحب مئوکد ہے ،لفظ تعزیت العزاء سے تفعلة کے وزن پر ہے جس کے معنی ہیں تسلی رکھنا اور مصائب میں بہتر صبر کرنا اور تعزیت کرنے کا مطلب ہے صبر کی تلقین کرنا۔

اس لئے تعزیت کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس امر (مصیبت) کی اللہ کی طرف اور اس کے عدل وحکمت کی طرف نسبت دے کر لواحقین کو مصیبت و پریشانی میں تسلی دینا اور حزن وملال میں صبر کی تلقین کرنا ہے اور جو کچھ اللہ نے صبر کرنے پر جزاء کا وعدہ کیا ہے اسے ذکر کرنا اور میت اور اس کے لواحقین کے لیے دعاء کرنا ہے۔

بہت ساری احادیث میں تعزیت کرنے کے مستحب ہونے کا حکم وارد ہوا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

کیا تمہیں پتہ ہے کہ پڑوسی کا کیا حق ہے؟ (اس کا حق یہ ہے کہ) اگر وہ تم سے مدد مانگے تو اس کی مدد کرو اور اگر تم سے قرض مانگے تو اسے قرض دو اور اگر وہ فقیر ہو جائے تو اس کے پاس جاؤ (اور اس کی مدد کرو) ”اگر اسے کوئی مصیبت پہنچے تو اسے تسلی دو“ اور اگر کوئی خیر (اچھی چیز) پہنچے تو مبارک باد دو، اگر بیمار ہو جائے تو عیادت کرو اور مر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ، (اپنے) گھر کو اس کے (گھر سے اس طرح) بلند نہ کرو کہ اس سے ہوا روک دو، مگر اس کی اجازت سے (ایسا کر سکتے ہو) اور جب تم پھل خریدو تو اسے ہدیہ کرو، اگر اس طرح نہ کرو تو پھر گھر میں (پھل) چھپا کر لاؤ اور تمہارا بیٹا ان (پھلوں) کو لے کر (اس طرح) باہر نہ نکلے (کہ اسے دیکھ کر) ہمسایہ کے بیٹوں کو دکھ پہنچے اور نہ ہی اپنے کھانے کے برتن کی خوشبو سے اسے اذیت دو مگر یہ کہ اس میں سے کچھ حصہ ڈال کر اسے دو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

جس نے مصیبت زدہ شخص کو تعزیت پیش کی اس کے لیے بھی اُس (مصیبت زدہ شخص) جتنا اجر ہے، بغیر اُس (مصیبت زدہ شخص) کے اجر میں کسی شئے کی کمی کیے۔ اور

جس نے کسی مسلمان کو کفن پہنایا اللہ تعالیٰ اسے سندس و استبرق اور ریشم کے لباس پہنائے گا۔ اور جس نے کسی مسلمان کی قبر کھودی اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔ جس نے تنگدست (مقروض) کو مہلت دی اللہ تعالیٰ اُس پر اپنا سایہ کرے گا اُس دن جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔

اسی طرح جناب جابرؓ نے روایت کی ہے کہ:

جس نے غمزدہ شخص کو تعزیت پیش کی اللہ عزوجل اسے لباسِ تقویٰ پہنائے گا اور ارواح میں اس کی روح پر رحمتیں بھیجے گا۔

رسول اکرمؐ سے تعزیت کے موقع پر مصافحہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا:

مصافحہ مومن کے لیے سکون (کا باعث) ہے جس نے مصیبت زدہ کو تعزیت کی اس کے لیے اس کے مثل اجر ہے۔

آپؐ نے فرمایا: جس نے اپنے مومن بھائی کو مصیبت میں تعزیت پیش کی اللہ عزوجل اسے قیامت کے دن سبز لباس (خلعت) پہنائے گا جس پر سب لوگ رشک کریں گے۔

جناب داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ:

الٰہی! جس نے تیری رضا کی خاطر کسی غمگین اور مصیبت زدہ شخص کو تعزیت پیش کی اس کی کیا جزاء ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کی جزاء یہ ہے کہ میں اسے ایمان کی چادروں میں سے ایک چادر پہناؤں گا جس کے ذریعے میں اسے جہنم سے چھپالوں گا (بچاؤں گا) اور جنت میں داخل کروں گا۔

آپؑ نے پوچھا: الٰہی! جس نے تیری رضا حاصل کرنے کے لیے جنازوں میں شرکت کی اس کی کیا جزاء ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کی جزاء یہ ہے کہ جس دن وہ مرے گا ملائکہ قبر تک اس کے جنازے کے ساتھ شریک ہوں گے اور میں ارواح میں اس کی روح پر رحمتیں بھیجوں گا۔

تعزیت کیسے کریں؟

تعزیت کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

ان میں سے ایک تو پہلے ذکر ہو چکا ہے مصافحہ والی حدیث میں، اسکے علاوہ کوئی بھی ایسے الفاظ کہے جائیں یا روایات بیان کی جائیں جس سے لواحقین کو تسلی و تشفی ہو، خصوصاً اس کتاب میں جن امور کا ذکر ہوا ہے وہ بیان کیے جائیں اس میں دلوں کا سکون ہے۔

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: جب رسول اکرمؐ کسی کو تعزیت کرتے تھے تو آپؐ فرماتے تھے:

آجر کم الله و رحمکم (اللہ تمہیں اجر دے اور تم پر رحم کرے)۔

اور جب آپؐ مبارک باد دیتے تو فرماتے:

بارك الله لكم و بارك عليكم (اللہ تمہارے لیے اور تم پر برکت کرے)۔

مروی ہے کہ جب جناب معاذؓ کا بیٹا فوت ہوا اور وہ اس کی وجہ سے بہت غمزدہ ہوئے تو آپؐ نے ان کی طرف خط لکھا کہ:

بسم الله الرحمن الرحيم ،من محمد رسول الله الی معاذ ،سلام علیك، فانی احمد الله الذی لا اله الا هو اما بعد:

اللہ تمہارے لیے اجر کو عظیم کرے اور تمہیں صبر عطا کرے اور ہمیں اور تمہیں شکر (کی توفیق) عطا کرے۔ ہماری جانیں، ہمارے اہل و عیال، ہمارے چاہنے والے، ہماری اولاد، سب اللہ عزوجل کی پُر لطف عطائیں ہیں اور عاریۃ (ادھار) دی گئی امانتیں ہیں۔ ایک محدود مدت تک ہم ان سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور ایک مقررہ وقت پر انہیں (واپس) لے لیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اللہ نے ہم پر فرض کیا ہے کہ جب وہ ہمیں عطا کرے تو شکر ادا کریں اور جب ہمارا امتحان لے (کسی مصیبت میں مبتلاء کرے) تو ہم صبر کریں۔ تمہارا بیٹا اللہ کی طرف سے باعثِ لطف و مسرت عطا تھی اور محدود مدت کے لیے (ادھار اور) امانت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں رشک و سرور میں اُس سے نوازا اور کثیر اجر کے بدلے اُسے تم سے لے لیا۔ تمہارے لیے عنایات، رحمت اور ہدایت ہے۔ اگر تم نے اس پر خدا سے اجر و ثواب کی امید میں صبر کیا تم پر دو مصیبتیں اکٹھی نہیں ہوئی

چاہئیں۔ (بیٹے کے مرنے کی مصیبت اور) تمہارا اجر و ثواب (بھی بے صبری کی وجہ سے) ضائع ہو جائے اور جو تم سے کھو گیا ہے اس پر ندامت ہو۔ اگر تم اپنی مصیبت کے ثواب کو دیکھو تو تمہیں معلوم ہو گا کہ اللہ کے پاس جو ثواب ہے اس کے مقابل میں مصیبت بہت چھوٹی ہے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو تم سے وعدہ ہے اسے (صبر کر کے) پورا کرواؤ اور جو مصیبت تم پر نازل ہوئی ہے اس پر افسوس (اجر و ثواب کو دیکھ کر) ختم ہو جانا چاہیے۔ جو کچھ تقدیر میں تھا وہی تمہارے ساتھ ہوا۔ والسلام

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو جبریلؑ آئے، اس وقت نبی اکرمؐ کی میت کپڑے سے ڈھکی ہوئی تھی اور گھر میں علی علیہ السلام، فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ موجود تھے۔ جبریلؑ نے فرمایا: اے اہلبیتِ نبوتؑ آپ پر سلام۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (آل عمران، ۱۸۵)

ہر نفس موت کو چکھنے والا ہے اور ماسوا اس کے نہیں کہ روزِ قیامت تمہارے (اعمال کے) بدلے پورے پورے دیے جائیں۔

آگاہ رہو کہ ہر مصیبت کی تسلی اور ہر ہلاک ہونے والے کا عوض اور فوت شدہ کی تلافی اللہ کی طرف سے ہے، پس صرف اللہ پر بھروسہ رکھو اور اسی کی امید رکھو، کیونکہ درحقیقت مصیبت زدہ وہ ہے جو ثواب سے محروم رہ جائے اور (نزولِ وحی کے لیے) یہ میرا دنیا پر آخری دفعہ آنا ہے۔

صبر کیسے کریں؟

ابن عباس کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

جب تم میں سے کسی ایک کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ یاد کرے (میرے جانے سے) جو مصیبت اس کو پہنچی ہے، کیونکہ یہ عظیم مصائب میں سے ہے۔

اور دوسری روایت میں اس سے آگے ہے کہ ایسا کرنے سے اس کے لیے اپنی مصیبت ہلکی اور آسان ہو جائے گی۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

اے اسحاق! اس مصیبت کو (مصیبت) نہ شمار کرو جس پر تمہیں صبر عطا کیا گیا ہو اور تم نے (صبر کر کے) اللہ کی طرف سے اس پر اجر و ثواب کو لازم کر لیا ہو، مصیبت تو صرف وہ ہے جس میں مصیبت زدہ اس کے نازل ہونے پر صبر نہ کر کے اس کے اجر و ثواب سے محروم رہ جائے۔

امام جعفر صادقؑ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے اپنی مصیبت و پریشانی کی شکایت کی آپؑ نے اس سے فرمایا:

اگر تم صبر کرو گے تو ماجور ہو گے اور صبر نہ کرو گے تو تمہارے ساتھ ہو گا تو وہی جو اللہ کی تقدیر میں ہو گا لیکن تم (ساتھ ہی ساتھ) مذموم بھی ہو گے۔

مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک فقیہ عابد عالم مجتہد تھا اس کی ایک زوجہ تھی جسے وہ بہت پسند کرتا تھا، جب وہ مر گئی تو وہ بہت غمگین ہوا یہاں تک کہ گھر میں بند ہو گیا اور دروازہ بند کر دیا اور لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا، کوئی اس کے پاس نہیں جا سکتا تھا، ایک دن بنی اسرائیل کی ایک عورت کو اس بارے میں معلوم ہوا تو وہ اس کے گھر آئی اس نے کہا کہ مجھے ایک کام ہے میں نے اس سے ایک مسئلہ کے بارے میں حکم پوچھنا ہے اور مجھے اس سے ضرور ملنا ہے اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں، لوگ چلے گئے لیکن وہ دروازہ پر بیٹھی رہی، جب اس عالم نے یہ دیکھا تو اس نے اندر آنے کی اجازت دے دی، اس عورت نے اس عالم سے کہا کہ مجھے ایک مسئلہ کا جواب دو۔

اس نے پوچھا: کونسا مسئلہ؟

اس عورت نے کہا کہ میں نے اپنی ایک پڑوسن سے زیور ادھار لیا تھا، ایک مدت تک میں اسے پہنتی رہی، ایک دن اس پڑوسن نے وہ زیور واپس لینے کے لیے کسی کو بھیجا کیا میں اسے واپس کر دوں؟

عالم نے جواب دیا: ہاں واپس کر دو،

عورت نے کہا : بخدا وہ زیور ایک طویل عرصہ تک میرے پاس رہا ہے۔

عالم نے کہا: پھر تو اسے واپس کرنا زیادہ ضروری اور لازم ہو گیا ہے۔

اس عورت نے کہا: اللہ تم پر رحم کرے جو چیز اللہ نے تمہیں ادھار دی تھی اور پھر اسے تم سے لے لیا، تم اس پر افسوس کرتے ہو حالانکہ وہ تم سے زیادہ اس کا حق دار ہے، وہ عالم اس کی بات کا مقصد سمجھ گیا اور اس کی بات سے اللہ نے اسے فائدہ پہنچایا۔

مروی ہے کہ سلیمان بن داوٗدؑ کا ایک بیٹا تھا جسے وہ بہت پسند کرتے تھے، جب وہ مر گیا تو آپ بہت غمزدہ ہوئے، اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کو ان کے پاس بشری لباس میں بھیجا، آپ نے ان سے پوچھا تم کون ہو؟

انہوں نے کہا: ہم دونوں ایک دوسرے کے مخالف ہیں (اور فیصلہ کروانے آئے ہیں)

آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے وہاں بیٹھ جاؤں جہاں مخالفین کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

ان میں سے ایک نے کہا: میں نے زراعت کی اور اس نے آ کر اسے ضائع و برباد کر دیا۔

جناب سلیمانؑ نے دوسرے سے پوچھا: تم اس کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

اس نے کہا: اللہ آپ کا بھلا کرے! اس نے راستے میں فصل کاشت کی تھی میں وہاں سے گزرا تو دائیں بائیں دیکھا، ہر طرف فصل تھی، جس جگہ پہلے راستہ ہوتا تھا میں وہاں سے گزر گیا جس کی وجہ سے اس کی فصل خراب ہو گئی۔

جناب سلیمانؑ نے پہلے شخص سے فرمایا: کس چیز نے تمہیں مجبور کیا کہ تم راستے پر فصل کاشت کرو؟ کیا تمہیں معلوم نہیں تھا کہ راستہ لوگوں کے گزرنے کی جگہ ہوتی ہے؟ اور راستے سے لوگوں نے ضرور گزرنا ہوتا ہے۔

اس فرشتے نے جواب دیا: اے سلیمانؑ ! آپ کو معلوم نہیں کہ موت لوگوں کا راستہ ہے اور لوگوں کے لیے لازم ہے کہ وہ اس راستے سے گزریں۔

اس بات نے گویا جناب سلیمانؑ کے لیے پردے ہٹا دیا اس کے بعد آپ نے اپنے بیٹے کے جانے پر غم نہیں کیا۔

روایت ہے کہ مکہ میں دو میاں بیوی رہتے تھے، جو چلنے پھرنے سے معذور تھے ،ان کا ایک جوان بیٹا تھا، جب صبح ہوتی تو وہ انہیں اٹھا کر مسجد میں لے آتا اور سارا دن محنت کر کے ان کے لیے کماتا، جب شام ہوتی تو انہیں اٹھا کر گھر لے جاتا تھا، رسول اکرمؐ نے جب کچھ دن انہیں مسجد میں نہ دیکھا تو ان کے بارے میں پوچھا، لوگوں نے بتایا کہ ان کا بیٹا مر گیا ہے (یہ سن کر) آپؐ نے فرمایا:

اگر کسی کو کسی کے لیے چھوڑا جاتا (موت نہ دی جاتی) تو ان دو معذوروں کے بیٹے کو چھوڑا جاتا۔۔

کسی عابدہ عورت سے منقول ہے کہ وہ کہتی ہے کہ جب بھی مجھے کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو میں اس وقت جہنم کی آگ کو یاد کرتی ہوں جس کی وجہ سے وہ مصیبت میری آنکھوں میں مٹی سے بھی کمتر ہو جاتی ہے۔

مصیبت اور پریشانیاں کیوں آتی ہیں؟

جس شخص پر کوئی مصیبت اور پریشانی آئے اسے یہ بات سوچنی چاہیے کہ زیادہ تر مصیبت اور پریشانیاں اس شخص پر آتی ہیں جس پر اللہ کی خاص عنایت اور توجہ ہو، قرآن وسنت میں دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ دنیا میں سب سے زیادہ مصیبتیں اور پریشانیاں انبیاء و رسل پر اور ان کے بعد نیکوکار بندوں پر نازل ہوئیں ہیں، جبکہ اس کے برعکس کفار کو دنیا میں مہلت دی گئی ہے اور انہیں زیادہ تر آسائشوں اور آسانیوں میں رکھا گیا ہے قرآن مجید میں کئی آیات میں اس طرف اشارہ ہے۔

وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ (الزخرف، ۳۳)

اور اگر ایسا نہ ہوتا کہ لوگ ایک ہی امت ہو جاتے تو ہم البتہ ان کے لیے جو خدائے رحمن کا انکار کرتے ہیں، ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بناڈالتے اور زینے (بھی) جن پر وہ چڑھتے ہیں۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۭ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (آل عمران:۱۷۸)

اور نہ گمان کریں وہ لوگ جو کافر ہوئے کہ ہم جو ان کو ڈھیل دیتے ہیں وہ ان کے لیے اچھی ہے ماسوا اس کے نہیں ہے کہ ہم انھیں اس لیے ڈھیل دیتے ہیں تا کہ یہ گناہ اور بڑھا لیں اور ان کے لیے ذلت دینے والا عذاب ہے۔

قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا (مریم:۷۵)

کہدو کہ جو گمراہی میں پڑا ہوا ہو تو خدائے رحمن ضرور اس کو ڈھیل دیتا جائے گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس مصیبت وامتحان کا ذکر ہوا اور مومن کے ساتھ اللہ نے جن چیزوں کو مختص کیا ہے ان کا ذکر ہوا، آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ:

دنیا میں کون سب سے زیادہ سخت امتحان میں مبتلاء ہوتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نبی اور ان کے بعد جو اُن سے مشابہ ہو پھر جو اُن سے مشابہ ہو اور اس کے بعد مومنین کا امتحان ان کے ایمان اور بہترین اعمال کے حساب سے ہوتا ہے۔ جس کا ایمان صحیح ہو اور عمل نیک ہو اس کا امتحان اور مصیبت سخت ہوگی اور جس کا ایمان ہلکا ہو اور عمل کمزور ہوں اس کا امتحان اور مصیبت بھی کم ہوگی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

عظیم اجر عظیم امتحان کے ساتھ ہوتا ہے، اللہ جس قوم سے محبت کرتا ہے انہیں امتحان میں مبتلاء کرتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

زمین میں کچھ اللہ کے بندے ہیں جو اس کے خالص بندے ہیں، آسمان سے جو تحفہ بھی زمین پر نازل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اُن سے ہٹا دیتا ہے (دور کر دیتا ہے) اور جو مصیبت نازل ہوتی ہے اسے اُن کی طرف موڑ دیتا ہے۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

جب اللہ تبارک وتعالیٰ کسی بندے کو پسند کرتا ہے تو اس پر بہت زیادہ مصیبتیں اور پریشانیاں نازل کرتا ہے، اور جب وہ بندہ اللہ سے دعاء کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندے میں حاضر ہوں اگر تم نے جو سوال کیا ہے اسے تمہارے لیے پورا کرنے میں جلدی کروں تو میں اس پر قادر ہوں لیکن میں نے اسے تمہارے لیے ذخیرہ کر لیا ہے اور جو میں نے تمہارے لیے ذخیرہ کیا ہے وہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔

رسول اللہؐ فرماتے ہیں:

عظیم مصیبتوں کا اجر بھی عظیم دیا جاتا ہے، جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو پسند کرتا ہے تو اس پر عظیم مصیبتیں نازل کرتا ہے پس جو راضی رہے اس کے لیے اللہ کے پاس رضا ہے اور جو مصیبت پر ناراض ہو جائے اس کے لیے اللہ کے پاس ناراضگی ہے۔

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں:

بے شک مومن دنیا میں اپنے دین کی مقدار کے حساب سے (امتحان و مصیبت میں) مبتلاء

ہوتا ہے۔

امام محمد باقرؑ سے راوی نے کہا کہ مغیرہ کا قول ہے کہ اللہ مومن کو جذام، برص اور فلاں وفلاں بیماریوں میں مبتلاء نہیں کرتا، آپؑ نے فرمایا:

مغیرہ تو مومن آل یاسین (کے حالات) سے غافل ہے کیونکہ وہ مشلول تھے (ہاتھ کی انگلیاں بیماری کی وجہ سے مڑی ہوئی تھیں) اس کے بعد آپؑ نے اپنی انگلیوں کو موڑا اور فرمایا گویا کہ میں اسکی انگلیوں کے ٹیڑھے پن کو دیکھ رہا ہوں، وہ قوم کے پاس آئے اور انہیں (اللہ کے عذاب) سے ڈرایا، اس کے بعد دوسرے دن ان کے پاس گئے تو انہوں نے آپؑ کو قتل کر دیا، اس کے بعد امامؑ نے فرمایا: بے شک مومن ہر مصیبت (بیماری) میں مبتلاء ہوتا ہے اور ہر قسم کے موت مرتا ہے لیکن مومن اپنے آپ کو قتل نہیں کرتا (خودکشی نہیں کرتا)۔

عبد اللہ بن یعفور کہتے ہیں کہ میں نے اپنے اوپر آنے والی شدید بیماریوں اور تکلیفوں کی شکایت کی (وہ کئی مرضوں میں مبتلاء تھے) امامؑ نے مجھ سے فرمایا:

اے عبد اللہ! اگر مومن کو معلوم ہو جائے کہ اس کے لیے مصائب میں کتنا اجر ہے تو وہ تمنا کرے کہ اسے قینچیوں سے کاٹ دیا جائے۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

اہل حق ہمیشہ سے سختیوں (مصیبتوں) میں رہے ہیں لیکن یہ سختیاں تھوڑی مدت کے لیے ہیں جبکہ عافیت طویل ہے۔

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں:

بے شک اللہ عزوجل مومن کی بلاء و مصیبت کے ساتھ اس طرح دلجوئی فرماتا ہے (خیال رکھتا ہے) جیسے مرد اپنے اہل وعیال کی تحفہ دے کر دلجوئی کرتا ہے اور (اللہ) اسے دنیا سے (اس طرح) بچاتا ہے جس طرح طبیب مریض کو بچاتا ہے (پرہیز کرواتا ہے)

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

رسول اکرمؐ کو کھانے کی دعوت دی گئی جب آپ اس شخص کے گھر میں داخل ہوئے تو آپ

نے دیکھا کہ مرغی نے دیوار کے اوپر انڈا دیا ہے، انڈا وہاں سے گر کر دیوار میں لگی ایک میخ پر آ کر ٹھہر جاتا ہے وہاں سے نہ گرتا ہے نہ ٹوٹتا ہے، نبی اکرمؐ یہ دیکھ کر متعجب ہوئے اس شخص نے آپؐ سے کہا کہ آپ اس انڈے پر حیران ہیں؟ اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا! مجھے کبھی کوئی مصیبت پیش نہیں آئی (کسی شئے میں مجھے کبھی نقصان نہیں ہوا) (یہ سن کر) آپؐ کھڑے ہوئے اور اس کے کھانے میں سے کوئی شئے نہ کھائی اور فرمایا:

جو مصیبت میں گرفتار نہیں ہوتا اس کی اللہ کو کوئی ضرورت نہیں ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا تعزیت نامہ

یہ تعزیت نامہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے عبد اللہ بن حسن کی طرف لکھا جب انہیں اوران کے خاندان کے کچھ لوگوں کو قیدی بنایا گیا اور انہیں تکلیفیں دی گئیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم. الی الخلف الصالح و الذریۃ الطیبۃ من ولد اخیہ و ابن عمہ اما بعد:

اگر چہ تم اور تمہارا خاندان جنہیں تمہارے ساتھ قید کیا گیا ہے اس مصیبت میں جو تمہیں پہنچی ہے تنہا ہو، لیکن حزن و ملال اور دردِ دل میں تم اکیلے نہیں ہو (میں اس میں تمہارے ساتھ شامل ہوں) جس طرح تمہیں غم، پریشانی اور مصیبت کی تپش پہنچی ہے مجھے بھی اس کی مثل پہنچی ہے، لیکن اللہ عزوجل نے متقین کو جو حکم دیا ہے میں نے اس کی طرف رجوع کیا ہے یعنی صبر اور بہترین تسلی رکھنے کا حکم دیا ہے، جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ سے فرمایا:

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا (طور، ۴۸)۔

اور تو اپنے پروردگار کے حکم کے لیے صبر کر پس یقینا تو ہماری نگرانی میں ہے۔

اور جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ (القلم، ۴۸)۔

پس اپنے پروردگار کے حکم کے لیے صبر کر اور صاحبِ مچھلی کی طرح نہ ہو۔

اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا جس وقت جناب حمزہؑ کو مثلہ کیا گیا (لاش کی بے حرمتی کی گئی) کہ:

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۚ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ (النحل، ۱۲۶)

اگر تم بدلے میں سزا دو تو اتنی ہی سزا دو جتنی تمہیں ایذاء دی گئی ہے اور اگر تم صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبر کیا اور تعاقب نہ کیا۔

اور جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۭ لَا نَسْــَٔـلُكَ رِزْقًا ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۭ وَالْعَاقِبَةُ

لِلتَّقْوٰی (طٰہٰ ۱۳۲)

اور اپنے اہل کو نماز کا حکم دے اور اس پر صبر کر، ہم تم سے رزق کا سوال نہیں کرتے، ہم خود تمہیں رزق دیتے ہیں اور انجام تو پرہیزگاری کا ہی ہے۔

اور جب فرمایا:

الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝ (البقرۃ، ۱۵۶)

خوشخبری دو ان صبر کرنے والوں کو جن پر جب کوئی مصیبت پڑی تو کہنے لگے بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کے حضور پلٹ کر جانے والے ہیں یہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی طرف سے عنایات اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں۔

اور جب فرمایا:

اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ (الزمر، ۱۰)

ماسوا اس کے نہیں کہ صبر کرنے والوں کو ان کا پورا پورا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا۔

اور جب لقمان کا اپنے بیٹے سے یہ کہنا (قرآن میں) بیان کیا کہ:

وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (لقمان، ۱۷)

اور جو مصیبت تمہیں پہنچے اس پر صبر کر بے شک یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

اور جب جناب موسیٰؑ کا یہ کہنا (قرآن میں) بیان کیا کہ:

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ڐ یُوْرِثُهَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ (الاعراف، ۱۲۸)

موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا تم اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو اور بے شک زمین اللہ تعالیٰ کی ہی ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اسے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور انجام تو پرہیزگاروں ہی کے لیے ہے۔

اور جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (العصر، ۳)

جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرتے رہے۔

اور جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ (البقرة،۱۵۵)

اور ہم ضرور تمہیں تھوڑے سے خوف، کچھ بھوک اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے آزمائیں گے، اور اے رسول ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا۔

اور جب فرماتا ہے:

وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ (احزاب،۳۵)

اور صبر کرنے والے اور صبر کرنے والیاں۔

اور جب فرماتا ہے:

وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ (یونس،۱۰۹)

اور صبر کر یہانتک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

اور اس کی مثل قرآن میں بہت ساری (آیات) ہیں۔

اور جان لو اے چچا اور چچا زاد، بتحقیق کبھی بھی اللہ تعالی اپنے ولی کے لیے دنیا کی تکلیف کی ایک گھڑی پرواہ نہیں کرتا اور صبر کے ساتھ تکلیف، مشقت اور سختی سے زیادہ اسے کوئی چیز پسند نہیں ہے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے دشمن کے لیے دنیا کی نعمتوں کی ایک گھڑی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اسکے دشمن اس کے دوستوں کو قتل نہ کرتے اور نہ انہیں ڈراتے اور روکتے اور اس کے دشمن امن میں مطمئن سرکش اور غالب نہ ہوتے۔

اگر ایسا نہ ہوتا تو جناب زکریاؑ اور جناب یحییٰؑ کبھی ظلم و جور سے بدکاروں میں سے ایک بدکارہ کی خاطر قتل نہ کیے جاتے۔

اگر ایسا نہ ہوتا تو تمہارے جد علی بن ابی طالب علیہ السلام نے جب اللہ عزوجل کے امر کے ساتھ قیام کیا تھا تو ظلم سے قتل نہ کیے جاتے اور تمہارے چچا حسین بن فاطمہ صلی

اللہ علیہا قہر و جبر اور جارحیت سے قتل نہ کیے جاتے۔
اگر ایسا نہ ہوتا تو اللہ اپنی کتاب میں یہ نہ فرماتا کہ:
وَلَوْلَآ اَنْ یَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَیْهَا یَظْهَرُوْنَ (الزخرف، ۳۴)
اور اگر ایسا نہ ہوتا کہ لوگ ایک ہی امت ہو جاتے تو ہم البتہ ان کے لیے جو خدائے رحمن کا انکار کرتے ہیں، ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا ڈالتے اور زینے (بھی) جن پر وہ چڑھتے ہیں۔
اگر ایسا نہ ہوتا تو اللہ اپنی کتاب میں یہ نہ فرماتا کہ:
اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِیْنَ ○ نُسَارِعُ لَهُمْ فِی الْخَیْرٰتِ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ (المومنون، ۵۵)
کیا وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم جو کچھ مال اور بیٹوں سے ان کی مدد کر رہے ہیں یہ ہم ان کے لیے بھلائیوں کی جلدی کر رہے ہیں (ایسا نہیں ہے) بلکہ وہ شعور ہی نہیں رکھتے۔
اگر ایسا نہ ہوتا تو حدیث میں یہ وارد نہ ہوتا کہ:
اگر مومن (اس بات سے) غمزدہ نہ ہوتا تو میں کافر کی کھوپڑی لوہے سے قرار دیتا جس کی وجہ سے اسے کبھی سر درد نہ ہوتا۔
اگر ایسا نہ ہوتا تو حدیث میں یہ وارد نہ ہوتا کہ:
دنیا اللہ عزوجل کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے۔
اگر ایسا نہ ہوتا تو کافر اس (دنیا) میں سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ پیتا۔
اگر ایسا نہ ہوتا تو حدیث میں یہ نہ آتا کہ:
اگر مومن پہاڑ کی چوٹی پر بھی ہو تو اللہ ایک کافر یا منافق کو بھیجتا ہے جو اسے اذیت پہنچاتا ہے۔
اگر ایسا نہ ہوتا تو حدیث میں یہ وارد نہ ہوتا کہ:
جب اللہ کسی قوم سے محبت کرتا ہے یا کسی بندے کو پسند کرتا ہے تو اس پر سخت

مصیبتیں نازل کرتا ہے، وہ ایک غم سے نکلتا ہے تو دوسرا غم آن پڑتا ہے۔

اگر ایسا نہ ہوتا تو حدیث میں یہ وارد نہ ہوتا کہ:

دنیا میں مومن بندے کا دو گھونٹ بھرنا اللہ کے نزدیک پسندیدہ ترین ہیں ایک غیظ اور غصے کا گھونٹ جسے پی کر ضبط کرے اور دوسرا مصیبت کے وقت غم کا گھونٹ جسے برائے خدا صبر اور تسلی کے ساتھ پی جائے۔

اگر ایسا نہ ہوتا تو اصحاب نبیؐ اُس شخص کے لیے طولِ عمر، صحتِ بدن اور کثرتِ مال و اولاد کی بددعاء نہ کرتے جوان پر ظلم کرتا تھا۔

اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم تک یہ بات نہ پہنچتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب کسی شخص کو رحم کی دعا اور استغفار کے ساتھ مخصوص کرتے تو وہ شہید ہو جاتا تھا۔

پس میرے چچا اور چچا زاد اور میرے چچا کی اولاد اور میرے بھائیو! تمہیں صبر و رضا اور تسلیم کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور (ہر چیز) اللہ کے سپرد کرنی چاہیے، اور اس کی قضاء پر صبر و رضا کرنی چاہیے اور اس کی اطاعت سے متمسک رہنا چاہیے اور اس کے حکم پر ٹھہر جانا چاہیے۔

افرغ اللہ علینا و علیکم الصبر و ختم لنا و لکم بالسعادۃ و انقذنا و ایاکم من کل ھلکۃ بحولہ و قوتہ انہ سمیع قریب و صلی اللہ علی صفوتہ من خلقہ محمد النبی و اھل بیتہ صلوات اللہ و سلامہ و برکاتہ و رحماتہ علیھم اجمعین

ملحقات: از مترجم

الجزع علی الحسینؑ

عربی لغت میں صبر کے متضاد کو جزع کہتے ہیں، جزع سے مراد غم اور اضطراب کا اظہار کرنا ہے، اور یہ اظہار مختلف طریقوں سے ہوتا ہے، آہ و بکاء، چیخ و پکار، واویلاہ، ماتم، نوحہ، چہرہ، پیشانی، سینہ، زانو یا سر پر ہاتھ مارنا، گریبان چاک کرنا، بال نوچنا وغیرہ یہ سب اظہارِ غم کے مختلف طریقے ہیں اور جزع کے زمرے میں آتے ہیں، بہت ساری احادیث میں یہ بات بیان ہوئی ہے کہ جب کسی کا اپنا کوئی عزیز رشتہ دار مرجائے تو اسے صبر کرنا چاہیے اور جزع سے بچنا چاہیے، اس کے لیے جزع کرنا ناپسندیدہ اور مکروہ عمل ہے اور اگر وہ جزع کرے گا تو اسے جو ثواب ملنا تھا وہ ضائع ہو جائے گا، جیسے اسی کتاب میں کئی احادیث اس بارے میں ذکر کی گئی ہیں، لیکن ایک ایسا مقام ہے جہاں اس کے برعکس حکم موجود ہے، جہاں جزع کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ اس کا بہت زیادہ اجر وثواب بھی ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

ہر جزع اور بکاء مکروہ ہے سوائے حسین علیہ السلام پر جزع اور بکاء کے۔

یعنی جو کام اپنے عزیزوں کی موت پر مکروہ تھا غمِ امام حسین علیہ السلام میں وہی کام مستحب ہے۔ اپنے عزیزوں کی موت پر جزع کرنے سے ثواب ضائع ہو جاتا ہے جبکہ امام حسینؑ کے غم میں جزع کرنے سے اجر عظیم ملتا ہے۔ بلکہ کئی مقامات پر احادیث میں ایسا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی تاکید کی گئی ہے۔

جیسا کہ امام جعفر صادقؑ نے مِسمَع سے فرمایا کہ:

امام حسینؑ کے ساتھ جو (ظلم) کیا گیا کیا تم اسے یاد کرتے ہو؟

مسمع نے کہا: جی ہاں!

آپؑ نے پوچھا: کیا تم جزع کرتے ہو (اظہارِ غم کرتے ہو)؟

مسمع کہتے ہیں: اللہ کی قسم میں جزع کرتا ہوں اور (انہیں یاد کر کے) آنسو بہاتا ہوں

یہاں تک کے میرے اہل وعیال اس (غم) کا اثر مجھ پر دیکھتے ہیں، میں کھانا چھوڑ دیتا ہوں یہانتک کے یہ بات میرے چہرے سے ظاہر ہو جاتی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ تمہارے آنسوؤں پر رحمت کرے بے شک تمہارا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو ہم پر جزع کرتے ہیں، جو ہمارے غم میں غمگین اور ہماری خوشی میں خوش ہوتے ہیں۔

اس طرح کی کئی احادیث ہیں جس میں غمِ امام حسینؑ منانے کا حکم دیا گیا ہے اور خود ائمہ علیہم السلام کی سیرت بھی ہے امام سجادؑ ساری زندگی کربلاء والوں کے غم میں روتے رہے۔ اولادِ فاطمہؑ نے گریبان چاک کیے، چہروں پر ماتم کیا، دھوپ میں بیٹھے رہے، نوحے و مرثیہ پڑھے اور سنے۔ امام رضاؑ نے فرمایا کہ عاشور کے دن نے ہماری آنکھوں کو زخمی کر دیا۔ امام زمانہؑ فرماتے ہیں میں ان پر صبح و شام آنسوؤں کے بجائے خون روؤں گا۔ اسی طرح ہر امام نے نہ صرف خود اس غم کا اظہار کیا ہے بلکہ دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دی ہے اور اس کے اجرِ عظیم کی بشارت دی۔

شاید امام حسینؑ کے غم میں جزع کرنے اور ان کا غم بھرپور طریقے سے منانے کا حکم اس لیے دیا گیا ہو کیونکہ یزید اور اس کے پیروکاروں کی خواہش تھی کہ کربلاء والوں کا ذکر لوگوں کے ذہن سے محو ہو جائے، ان کی قربانی فراموش کر دی جائے، ان کا نام مٹ جائے۔ لیکن ائمہ اطہارؑ نے ہر دور میں لوگوں کو کربلاء کے مظلوم شہیدوں کا غم منانے کی ترغیب دی اور تاکید کی تا کہ ان کی قربانی رہتی دنیا تک لوگوں کے ذہنوں میں نقش ہو جائے اور ان کا ذکر گھر گھر میں بلند ہو ان کا مقصد پایۂ تکمیل تک پہنچے اور یزیدی طاقتیں ناکام و نامراد ہوں۔۔

اپنے غموں میں آیا جو شبیرؑ کا خیال

رسول اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ حسینؑ منی و انا من الحسینؑ۔ کہ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں اور آپؐ فرماتے ہیں کہ اللہ اس سے محبت کرتا ہے جو حسینؑ سے محبت کرتا ہے۔

محبت کا تقاضہ یہ ہوتا ہے کہ محبوب کی تکلیف اور غم دیکھ کر محب کو اپنی تکلیف اور اپنا غم بھول جاتا ہے، پوری دنیا میں صرف امام حسینؑ کے پیروکار ہی ہیں جو اپنے غم اور اپنی مصیبت بھلا کر غمِ امام حسینؑ مناتے ہیں اور ان کے مصائب کو یاد کرتے ہیں اور اپنے عزیزوں کی موت پر بھی حسین علیہ السلام کے پیاروں کو یاد کر کے آنسو بہاتے ہیں، امام حسینؑ کی مجلس و ماتم برپا کرتے ہیں اور کربلاء کے مظلوم شہیدوں کو یاد کر کے اپنے دل کو تسلی اور حوصلہ دیتے ہیں، کربلاء والوں کا غم ان کے دل کی تسکین بن جاتا ہے اور اپنے دکھ کا احساس ختم ہو جاتا ہے

اپنے دکھوں میں آیا جو شبیرؑ کا خیال
شکوہ بدل کے شکر میں تبدیل ہو گیا
ہر غم میں کربلا نے سہارا دیا مجھے
ہر غم غمِ حسینؑ میں تحلیل ہو گیا

اپنے عزیز رشتہ داروں کی موت پر امام حسینؑ اور ان کے انصار کی شہادت اور مظلومیت کو یاد کرنا چاہیے، جن کے بارے میں امام رضاؑ فرماتے ہیں:

اے ابن شبیب! اگر تم کسی شئے پر رونا چاہتے ہو تو حسینؑ پر روؤ، کیونکہ انہیں اس طرح ذبح کیا گیا جیسے گوسفند کو ذبح کیا جاتا ہے، اور ان کے ساتھ ان کی اہلبیت کے اٹھارہ ایسے مرد قتل کیے گئے جن کی زمین پر کوئی شبیہ نہیں تھا۔

جس کا جوان بیٹا مر جائے اسے کربلاء کے جوانوں کو یاد کرنا چاہیے جنہیں ماؤں نے خود تیار کر کے مقتل کی طرف بھیجا۔ امام حسینؑ کے اٹھارہ سالہ جوان بیٹے علی اکبرؑ کے مصائب میں آنسو بہانا چاہئیں جو شبیہ پیغمبر تھے خلق و خلق اور منطق میں پیغمبرؐ کے مشابہ تھے جو امام حسینؑ کی آنکھوں کا نور تھے۔ خاندانِ رسالت کے چشم و چراغ تھے جن کی

شہادت پر امام حسینؑ نے فرمایا: علی الدنیا بعدك العفاء
میرے بیٹے! تمہارے (جانے کے) بعد دنیا پر خاک (ہے)۔
جن کی لاش جب خیام میں آئی تو کہرام بپا ہو گیا۔

جس کا جوانی چڑھتا بیٹا مر جائے اسے جناب قاسمؑ کے غم میں آنسو بہانے چاہئیں ان کے مصائب کو یاد کرنا چاہیے جو ضعیفہ ماں کا سہارا تھے، بڑی مشکل سے جنہیں میدان میں جانے کی اجازت ملی، جن کی شہادت کے وقت امامؑ ایک تیز عقاب کی طرح ان کی طرف گئے لیکن آپؑ کے پہنچنے سے پہلے جناب قاسمؑ کی لاش پامال ہو چکی تھی، امامؑ نے فرمایا: تمہارے چچا کے لیے سخت ہے کہ تم نے اسے پکارا لیکن وہ مدد کو نہیں پہنچ سکا۔

جس کا لڑکپن میں بیٹا مر جائے اسے عونؑ و محمدؑ کی قربانی کو یاد کرنا چاہیے، کربلاء کے دیگر جوان شہیدوں کے غم میں رو کر دل کو تسلی اور حوصلہ دینا چاہیے۔

جس کا بھائی دنیا سے چلا جائے اسے فوجِ حسینیؑ کے علمدار حضرت عباسؑ کے مصائب یاد کرنے چاہیں، وہ عباسؑ جو کربلاء والوں کا سہارا اور امید تھے، جو پانی لینے کے لیے فرات کی طرف گئے لیکن پھر لوٹ کر نہیں آئے، جن کے بازو قلم کر دیے گئے، جن کی آنکھوں میں تیر پیوست ہو گئے، جن کے سرِ اقدس پر گرز مارا گیا، جو زین سے زمین پر بغیر بازوؤں کے گرے، جن کی شہادت پر امام حسینؑ نے فرمایا: اب میری کمر ٹوٹ گئی ہے، جن کی شہادت کے بعد بچوں کے ہاتھوں سے خالی جام گر پڑے اور جن کی شہادت کے بعد ان کی بہنیں بے سہارا ہو گئیں اور وا اخاباہ کے بین بلند ہوئے اور جن کی شہادت پر اشقیاء کے حوصلے بڑھ گئے، اور خاندانِ رسالت کی ساری امیدیں ٹوٹ گئی، ان کے غم اور مصائب کو یاد کر کے آنسو بہانے چاہئیں اور اپنے دل کو حوصلہ اور صبر دینا چاہیئے۔

بھائی کی موت، موت ہے بھائی کے چین کی
تسکین دل کو دیتی ہے مجلس حسینؑ کی

جس کا کوئی کمسن مر جائے اسے کربلاء کے کمسن شہید علی اصغرؑ کے مصائب یاد کر کے آنسو بہانے چاہییں، جن کی عمر صرف چھ ماہ تھی۔ پیاس کی وجہ سے جن کے ہونٹ خشک ہو

چکے تھے، جنہیں امام حسینؑ ہاتھوں پر اٹھا کر میدان میں لے گئے، جب معصوم کے لیے ایک گھونٹ پانی کا سوال کیا تو پانی کی بجائے ایک تیر کا تحفہ امت کی طرف سے دیا گیا جو جناب علیؑ اصغر کی گردن پر اس طرح لگا کہ: ذبح من الاذن الی الاذن. ایک کان سے دوسرے کان تک گلہ کٹ گیا۔ جن کے خون کو نہ زمین نے قبول کیا اور نہ آسمان نے۔ امامؑ نے اس خون سے اپنی ریش اقدس کو رنگین کیا۔ جن کا لاشہ لے کر امامؑ سات مرتبہ خیموں کی طرف بڑھے اور سات دفعہ پیچھے ہٹے۔ جن کے لاشہ کو دیکھ کر آپؑ کی والدہ نے کہا کہ: أ مثلك ينحر. اے اصغرؑ! کیا تجھ جیسے چھ مہینے کے بچے کو بھی نحر کی جاتا ہے؟ جن کی قبر امامؑ نے اپنے ہاتھوں سے بنائی اور کربلاء کی ریت میں انہیں دفن کیا تا کہ لاش پامال نہ ہو لیکن عصر عاشور کے بعد آپؑ کے لاشہ کو بھی نیزوں کے ذریعے قبر سے نکال لیا گیا۔

جس کا کمسن بیٹا مر جائے اسے جنابِ مسلمؑ کی کمسن اولاد کی پر درد شہادت پر رونا چاہیے۔ جنہیں کوفہ میں یتیم کیا گیا، جو تنہا کوفہ کے زندان میں قید رہے، جو زندان سے نکلنے کے بعد بھی ماں کو نہیں مل سکے بلکہ دریا کے کنارے ظلم کے ساتھ ان کر سر اقدس جسم سے جدا کر دیے گئے۔

اور اگر کسی کی کمسن بچی وفات پائے تو اسے کمسن سکینہؑ کے دکھوں کو یاد کر کے آنسو بہانے چاہیئیں اور دل کو حوصلہ اور تسلی دینی چاہیے، وہ معصومہ جو کربلاء کے ویرانے میں یتیم ہو گئی جس کے بھائی مارے گئے، بابا کو پیاسہ ذبح کیا گیا، ماؤوں، بہنوں، پھوپھیوں کے ساتھ جس نے کوفہ و شام کے سفر کیے، شام کے زندان میں اسیر رہی اور اسی زندان میں جب بابا کا سر ملا تو دار فانی سے کوچ کر گئیں۔

جس شخص کا باپ مر جائے اسے علی ابن ابی طالبؑ کی شہادت یاد کرنی چاہیے جن کی اولاد کو کوفہ میں عید سے چند دن پہلے یتیم کیا گیا، اسے جناب مسلمؑ کی شہادت پر آنسو بہانے چاہیے جن کے سر اقدس کو کوفہ کے دارالامارہ کی چھت پر جدا کیا گیا اور جن کی لاش کوفہ کی گلیوں میں پھرائی گئی، اسے کربلاء کے شہیدوں کی اولاد کے دکھ میں رونا چاہیے جو دشمنوں کے درمیان یتیم اور بے سہارا ہو گئی، جنہیں کوفہ و شام میں قیدی بنا کر لے جایا گیا۔

اور اگر کوئی قیدی مر جائے تو اسے امام موسیٰ کاظمؑ کی شہادت کا غم منانا چاہیے جو کئی سالوں

تک زندان میں قید رہے۔ جن کی اولاد کے دل میں ان سے ملنے کی حسرت باقی رہ گئی اور زندان میں ہی انہیں زہر سے شہید کیا گیا اور بغداد کے پل پر ان کا جنازہ رکھ دیا گیا۔

جس کی ماں اس دنیا سے رخصت ہو جائے تو اسے جوانانِ جنت کے سردار حسنؑ و حسینؑ کی ماں خاتونِ جنتؑ کے دکھوں کو یاد کرنا چاہیے۔ جنہیں اپنے باباؐ کے بعد اتنے دکھ دیے گئے کہ آپؑ نے فرمایا: مجھ پر اتنی مصیبتیں آئیں کہ اگر وہ دنوں پر آتیں تو وہ راتوں میں تبدیل ہو جاتے، جن کے پہلو کو زخمی کیا گیا، جن کے در اقدس کو جلایا گیا، جن کے محسنؑ کو شہید کیا گیا، جن کو دربار میں جھٹلایا گیا۔

جس کی بہن مر جائے تو اسے معصومہ قمؑ کے دکھوں کو یاد کرنا چاہیے۔

غرض محمدؐ و آلِ محمدؐ کے گھرانے کے ہر فرد کے اتنے مصائب ہیں کہ انسان اگر انہیں یاد کرے تو اسے اپنے غم بھول جاتے ہیں، خصوصاً سید الساجدینؑ کے مصائب کو یاد کیا جائے جن کے سامنے ان کے پورے کنبے کو قتل کر دیا گیا، جنہیں کوفہ اور شام کے بازاروں اور درباروں میں مخدراتِ عصمت و طہارتؑ بیبیوں کے ساتھ پھرایا گیا، جن کی ساری زندگی آنسو بہاتے ہوئے گزر گئی۔

اسوۂ سیدِ سجادؑ رہا پیشِ نظر
ورنہ مشکل تھا عزیزوں کی جدائی سہنا

اسی طرح کربلاء کی شیر دل باہمت خاتون شریکۃ الحسینؑ سیدہ زینبؑ کے دکھوں کو یاد کرنا چاہیے جن کے سامنے ان کے بھائیوں، بھتیجوں، بیٹوں، مہمانوں کو بے دردی سے شہید کیا گیا اور جنہیں کوفہ و شام قیدی بنا کر لے جایا گیا، جن کے بھرے گھر کو لوٹا گیا، جن کی بے حرمتی کی گئی، جنہیں درباروں میں پیشیاں دینی پڑیں۔

اپنے کسی بھی عزیز کی موت پر خاندانِ نبوت کے ان مظلوموں کو یاد کر کے اور ان کے غم میں آنسو بہا کے اپنے دکھوں کا مداوا کرنا چاہیے، اپنے دل کو تسلی اور حوصلہ دینا چاہیے اور ان کے منتقمؑ کے ظہور میں تعجیل کی دعاء کرنی چاہیے۔ کیونکہ اس غم میں رونا خدا اور رسول کو پسند ہے اور سیدہ زہراءؑ رونے والوں پر راضی ہوتی ہیں اور اس غم کا اجر و ثواب بھی بلا حد و حساب ہے۔

ایصالِ ثواب کیسے کریں

احادیث شریفہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مرنے والے تک نماز، روزہ، صدقہ ، حج ، تلاوت قرآن، ذکرِ خدا و معصومین کا ثواب پہنچتا ہے، اور اس کا اجر اس کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

مرنے والے کو (اس کے لیے کیے جانے والے) ہر نیک عمل سے فائدہ پہنچتا ہے، یہانتک کہ وہ سختی میں ہوتا ہے تو (اس عمل کی وجہ سے) اسے چھوڑ دیا جاتا ہے (اسے آسانی دی جاتی ہے) اور کہا جاتا ہے کہ یہ آسانی تمہارے فلاں بیٹے کے عمل کی وجہ سے ہے اور تمہارے فلاں بھائی کے عمل کی وجہ سے ہے۔۔۔

اسی طرح ہشام نے امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ آیا میت تک دعاء، صدقہ، نماز وغیرہ پہنچتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں (پہنچتے ہیں)

ہشام نے پوچھا: کیا اسے پتہ چلتا ہے کہ کس نے یہ عمل (اس کے لیے) کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں، اس کے بعد فرمایا: (اس طرح بھی ہوتا ہے کہ) پہلے اس سے (اللہ) ناراض ہوتا ہے (تو اس عمل کی بدولت) اس سے راضی ہو جاتا ہے۔

اسی طرح روایت ہے کہ:

جس نے میت کے لیے کوئی نیک عمل کیا اللہ اس کے لیے اجر دگنا کر دیتا ہے اور اس کے ذریعے مرنے والے کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

اس لیے جب بھی مرنے والوں کو یاد کیا جائے تو ان کے لیے رحمت و مغفرت کی دعا کرنی چاہیے کیونکہ روایت ہے کہ مرنے والے کے لیے رحم کی دعاء اور استغفار کرنے سے وہ اس طرح خوش ہوتا ہے جس طرح زندہ شخص ہدیہ اور تحفہ ملنے سے خوش ہوتا ہے۔

نبی اکرمؐ فرماتے ہیں:

جو شئے میت کے لیے صدقہ کی جائے فرشتہ اسے چمکتے ہوئے نور کے طبق (برتن) میں

لے جاتا ہے جس کی روشنی سات آسمانوں تک پہنچتی ہے، اس کے بعد خندق کے کنارے کھڑا ہوتا ہے اور ندا دے کر کہتا ہے السلام علیکم یا اھل القبور! تمہارے اہل وعیال نے یہ ہدیہ تمہارے لیے بھیجا ہے، وہ اسے لے کر اس کی قبر میں داخل ہوتا ہے، اور اس کی قبر میں اس کے آرام کی جگہ کشادہ ہو جاتی ہے۔

اسی طرح نبی اکرمؐ فرماتے ہیں کہ: اپنے مرنے والوں کو ان کی قبروں میں بھول نہ جاؤ، تمہارے مرنے والے تمہارے احسان (اور نیکی) کی امید کرتے ہیں ،تمہارے مرنے والے پابند ہیں وہ تمہارے نیک اعمال کی خواہش رکھتے ہیں وہ ان (اعمال کو بجالانے) پر قدرت نہیں رکھتے، اپنے مرنے والوں کو صدقہ اور دعاء کے تحفے پیش کرو۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: مومن مرنے کے بعد اپنے اہل وعیال کو ملنے آتا ہے اور ایسی چیزیں دیکھتا ہے جو اسے اچھی لگیں اور جو اسے پسند نہ ہوں اسے اس سے چھپا لیا جاتا ہے اور کافر بھی اپنے اہل وعیال کے پاس آتا ہے اور ناپسندیدہ چیزوں کو دیکھتا ہے اور پسندیدہ چیزیں اس سے چھپا لی جاتی ہیں پھر آپؑ نے فرمایا: ان میں سے کچھ ہیں جو ہر جمعہ (اہل وعیال کے پاس) آتے ہیں اور کچھ اپنے اعمال کے حساب سے آتے ہیں۔

محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے پوچھا: کیا ہم مرنے والوں (کی قبروں) کی زیارت کریں؟ آپؑ نے فرمایا ہاں!

میں نے پوچھا: جب ہم ان کے پاس جائیں تو انہیں ہمارے (آنے کا) علم ہوتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: بخدا انہیں تمہارے (آنے کے) بارے میں معلوم ہو جاتا ہے اور وہ تمہارے آنے سے خوش ہوتے ہیں اور تم سے مانوس ہوتے ہیں۔

میں نے پوچھا: جب ہم ان کے پاس جائیں تو کیا کہیں؟

آپؑ نے فرمایا کہو: اَللّٰهُمَّ جَافِ الْاَرْضَ عَنْ جُنُوْبِهِمْ وَ صَاعِدْ اِلَيْكَ اَرْوَاحَهُمْ وَ لَقِّهِمْ مِنْكَ رِضْوَانًا وَ اَسْكِنْ اِلَيْهِمْ مِنْ رَحْمَتِكَ مَا تَصِلُ بِهٖ وَحْدَتَهُمْ وَ تُؤْنِسُ بِهٖ وَحْشَتَهُمْ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

اور جب تم قبروں کے درمیان ہو تو قل ھو اللہ احد گیارہ مرتبہ پڑھو اور انہیں ہدیہ کرو۔ اور اسی طرح سات مرتبہ سورۃ انا انزلناہ پڑھنے کی تاکید ہے۔

اسی طرح دیگر آیاتِ قرآنیہ، ذکر خدا، صلوات، ذکرِ محمدؐ و آل محمدؐ، صدقہ و خیرات، لنگر و نیاز، مستحقین کیلئے لباس اور دیگر اعمالِ خیر انجام دے کر ان کا ثواب مرنے والوں کو ہدیہ کرنا چاہیے اور ان کی بخشش اور بلندیٔ درجات کی دعاء کرنی چاہیے۔

اور آخر میں آپ سب سے گذارش ہے کہ میرے اور اپنے خاندان کے جملہ مرحوم مومنین کیلئے فاتحہ مع صلوٰۃ پڑھ کر ہدیہ کریں۔

التماس دُعا برائے بلندیٔ درجات

علامہ سیّد اعجاز حسین کاظمی

☆ سید پسند حسین کاظمی

☆ سید صادق حسین کاظمی واہلیہ

☆ سید عاشق حسین کاظمی واہلیہ

☆ زوجہ سید سجاد حسین کاظمی

☆ سید جابر حسین کاظمی

☆ سید مظفر حسین کاظمی

دارُالعُلوم محمدّیہ ٹرسٹ پاکستان (رجسٹرڈ) بلاک نمبر 19 سرگودھا